بانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

آئینۂ انجمن

شعبان المعظم، رمضان المبارک 1447ھ / فروری، مارچ 2026ء

شمارہ نمبر: 84

021-34993436-7

www.quranacademy.edu.pk

مرکزی دفتر انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی رجسٹرڈ B-375 علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6 گلشن اقبال کراچی۔

آئینہ انجمن

فہرست مضامین

نمبر	عنوان	مصنف	صفحہ
01	فرمان باری تعالی و فرمان نبوی ﷺ	---	02
02	رمضان کیا ہے	ڈاکٹر انوار علی ابرار	03
03	حمد باری تعالی و نعت رسول پاک ﷺ	مظفرالدین وارثی/قمر انجم	05
04	ملفوظات صدر مؤسس انجمن خدّام القرآن	ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ	06
05	اقتباس نگران انجمن خدّام القرآن	شجاع الدین شیخ	07
06	پیغام قرآن (دوسری قسط)	حافظ انجینئر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ	08
07	ماہِ شعبان سے رمضان: تیاری، تربیت وغیرہ	فاروق احمد	12
08	سونے پر مبنی معیشت: گولڈ اسٹینڈرڈ کا تحقیقی جائزہ	محمد اعظم	14
09	تمسک بالقرآن کا ہمہ جہتی عمل	حافظ ریان بن نعمان	19
10	شعوری و بامقصد زندگی کے زینہ کا پہلا قدم	ارباب صدیقی	21
11	سیرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ (آخری قسط)	امین اللہ معاویہ	24
12	تعارف: رجوع الی القرآن کورس (آخری قسط)	زیر انتظام انجمن خدام القرآن سندھ	30
13	ڈاکٹر اسرار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فکری و دعوتی ورثہ	محمد حاذق	38
14	رمضان المبارک: انسان کی ہمہ جہت اصلاح کا الٰہی نظام	فاروق احمد	40
15	انجمن خدّام القرآن کے تحت جاری سرگرمیاں	ماہانہ رپورٹ	43
16	شعبہ ملٹی میڈیا	ماہانہ رپورٹ	52

فرمان الٰہی جل جلالہ و فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ [الحجرات: 10]

ترجمہ: حقیقت تو یہ ہے کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں، اس لیے اپنے دو بھائیوں کے درمیان تعلقات اچھے بناؤ، اور اللہ سے ڈرو تاکہ تمہارے ساتھ رحمت کا معاملہ کیا جائے۔

تشریح: ایمان لانے کے بعد تمہارے درمیان ایک نئی اخوت قائم ہوگئی ہے جو عالمگیر برادری کی ضامن ہے۔ کیوں کہ باقی تمام اقوام میں اخوت کے رشتے کی بنیاد، حسب و نسب، رنگ و نسل، یا جغرافیہ کی وحدت کو بنایا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ اخوت کا رشتہ جیسے جیسے ان میں مضبوط ہوتا ہے ویسے ویسے ان کا دائرۂ اثر اور دائرۂ عمل سمٹتا جاتا ہے، اور وہ کبھی بھی دوسری قوموں سے اخوت کے رشتے میں شریک نہیں ہوسکتے۔ اور وہ عالمگیر برادری قائم نہیں ہوسکتی جو ایک طرح کے احساسات اور تصورات کی حامل ہو، جب کہ اسلام اپنی دعوت میں ایسی وسعت رکھتا ہے، جس کا دامن تمام قوموں کے لیے کشادہ ہے۔ ان میں نہ رنگ و نسل کی بحث ہے، نہ حسب و نسب کی اور نہ کسی علاقے کا ذکر، بلکہ جو بھی توحید، رسالت، آخرت اور ضروریاتِ دین کو مان لیتا ہے وہ اس عالمگیر برادری کا ایک حصہ بن جاتا ہے۔ چاہے وہ کالا ہو یا گورا، وہ ایشیا کا رہنے والا ہو یا یورپ کا، وہ کوئی سی بھی زبان بولتا ہو، اور وہ غریب ہو یا امیر، وہ ایک ایسی اخوت میں شریک ہوجاتا ہے جو اسلامی اخوت کہلاتی ہے، اور تمام ایمان لانے والے اس کے بھائی بن جاتے ہیں۔ اس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ جب تک اخوت کا یہ رشتہ قائم رہتا ہے امت مسلمہ کی شیرازہ بندی میں کوئی کمزوری پیدا نہیں ہوتی۔ لیکن جیسے ہی اسلام کا رشتہ کمزور پڑتا ہے اور دوسری نسبتیں توانا ہوجاتی ہیں تو پھر اسلام نے جن بنیادوں پر ایک وحدت فراہم کی تھی وہ وحدت قائم نہیں رہتی۔ اس لیے قرآن کریم نے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اخوت کے اس رشتے کو قائم رکھنے پر بہت زور دیا ہے۔ (روح القرآن۔ ڈاکٹر محمد اسلم صدیقی صاحب)

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، يَقُولُ: «وَعَدَنِي رَبِّي أَنْ يُدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعِينَ أَلْفًا، لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ، وَلَا عَذَابَ، مَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُونَ أَلْفًا، وَثَلَاثُ حَثَيَاتٍ مِنْ حَثَيَاتِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ- (سنن ابن ماجه، رقم الحديث: 4286)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ ''میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری اُمت میں سے ستر ہزار کو وہ بغیر حساب اور بغیر عذاب کے جنت میں بھیجے گا، اور ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہی ہزار ہوں گے۔ اور تین حثیے میرے پروردگار کے حثیات میں سے (میری امت میں سے بغیر حساب اور بغیر عذاب کے جنت میں بھیجے جائیں گے)''۔

تشریح: جب دونوں ہاتھ بھر کر کسی کو کوئی چیز دی جائے، تو عربی میں اُس کو حثیہ کہتے ہیں، جس کو اردو اور ہندی میں لپ بھر کے دینا کہتے ہیں، تو حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے ستر ہزار کو بلا حساب اور بلا عذاب جنت میں داخل کرے گا، اور پھر ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہی اور اسی طرح بلاحساب و عذاب جنت میں جائیں گے۔ اور اس سب کے علاوہ اللہ تعالیٰ اپنی خاص شانِ رحمت سے اس امت کی بہت بڑی تعداد کو تین دفعہ کر کے جنت میں بھیجے گا، اور یہ سب وہی ہوں گے جو بغیر حساب اور بغیر عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ-انتباہ۔۔۔ اس قسم کی حدیثوں کی پوری حقیقت اسی وقت کھلے گی، جب یہ سب باتیں عملی طور پر سامنے آئیں گی، اس دنیا میں تو ہمارا علم و ادراک اتنا ناقص ہے کہ بہت سے ان واقعات کو صحیح طور پر سمجھنے سے بھی ہم قاصر رہتے ہیں، جن کی خبریں ہم اخباروں میں پڑھتے ہیں، مگر اس قسم کے واقعات کا ہم نے تجربہ اور مشاہدہ کیا ہوا نہیں ہوتا۔ وَمَآ أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا۔ (معارف الحدیث)

رمضان کیا ہے؟

ڈاکٹر انوار علی ابرار

یہ سوال بہت اہم ہے کہ رمضان آخر ہے کیا؟ اس کی اہمیت کیوں اور کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ رمضان کا انتظار اور اس کا اہتمام فرماتے تھے۔ آپ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ترغیب (Motivate) دیتے تھے۔ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شعبان کے آخری دنوں میں ایک خطبہ دیا جس میں آپ ﷺ نے تمام صحابہ کو مخاطب کر کے رمضان کی اہمیت، اس کے رزق اور برکتوں کی تفصیل بیان فرمائی۔ اگر ہم تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ صرف شریعتِ محمدی ﷺ میں ہی نہیں، بلکہ سابقہ شریعتوں میں بھی رمضان کی خاص اہمیت رہی ہے۔ تاریخ کا ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ تمام آسمانی کتابیں (تورات، زبور، انجیل اور قرآن حکیم) اور دیگر صحائف جو مختلف انبیا پر نازل ہوئے، ان کا تعلق بالخصوص رمضان المبارک سے ہے۔ روایات سے پتا چلتا ہے کہ یہ کتابیں یا تو رمضان میں پوری نازل ہوئیں یا ان کے نزول کا آغاز رمضان میں ہوا۔ قرآن مجید کا نزول بھی رمضان المبارک میں ہوا، جو اس مہینے کے آسمانی تعلق اور اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں ایک "قانونِ فضیلت" رکھا ہے۔ جیسے انسانوں میں اللہ نے انبیا کو فضیلت دی، اور انبیا میں بھی درجات رکھے۔ ہمارے نبی ﷺ کو تمام انبیا کا سردار بنایا گیا۔ امتِ مسلمہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فضیلت حاصل ہے، ان میں خلفائے راشدین (ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ) اور پھر عشرہ مبشرہ اور اصحابِ بدر کا مقام سب سے بلند ہے۔ یہ فضیلت اللہ کی دَین ہے اور اس میں ایک خاص ترتیب اور حکمت ہے۔ دنوں میں جمعہ کا دن باقی دنوں سے افضل ہے، اس دن کی عبادت، دعا اور استغفار کی قبولیت کا خاص مقام ہے۔ اسی طرح سال کے مہینوں میں رمضان المبارک کو سردار مہینہ قرار دیا گیا ہے۔ راتوں میں لیلۃ القدر کو ہزار مہینوں سے افضل قرار دیا گیا۔

اب اس فلسفے پر آتے ہیں کہ رمضان کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اللہ نے انسان کو "اشرف المخلوقات" بنایا۔ شیطان (ابلیس / عزازیل) نے اسی بنیاد پر سجدے سے انکار کیا تھا کہ اسے اپنی آگ کی تخلیق ہونے پر غرور تھا اور اس نے حضرت آدم علیہ السلام (مٹی کی تخلیق) کو حقیر سمجھا۔ اس تکبر نے اسے راندۂ درگاہ کر دیا۔ سوال یہ ہے کہ انسان کا وہ "شرف" کیا ہے، جس نے اسے فرشتوں سے بھی افضل کر دیا؟ قرآن کہتا ہے کہ جب اللہ نے آدم علیہ السلام کا پتلا بنایا تو اس میں "اپنی روح پھونکی"۔ جان لیجیے کہ یہ روح ہی انسان کی اصل حقیقت ہے۔ سائنس اور عقل روح کی حقیقت کو مکمل نہیں سمجھ سکتے، یہی بات قرآن کہتا ہے: "کہہ دیجیے روح میرے رب کا امر ہے"۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب ماں کے پیٹ میں بچہ چار ماہ (120 دن) کا ہو جاتا ہے تو فرشتہ آکر اس میں روح پھونکتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے بھی اس میں حیاتیاتی زندگی (Heartbeat, Metabolism) موجود ہوتی ہے، لیکن "انسانی روح" چار ماہ بعد آتی ہے۔

اب غور کیجیے کہ جانوروں میں بھی زندگی ہے، وہ بھی کھاتے پیتے ہیں، اپنے بچوں سے محبت کرتے ہیں، تکلیف محسوس کرتے ہیں، لیکن ان میں وہ "روح" نہیں ہے جو انسان میں ہے۔ جانور میں "شعور" (Consciousness) تو ہے لیکن "شعورِ ذات" (Self-Consciousness) نہیں ہے۔ جانور کو نہیں پتا کہ "میں کون ہوں"، جب کہ انسان اپنی ذات اور ہستی کا ادراک رکھتا ہے۔ اسی لیے

جانوروں کے لیے آخرت کا حساب کتاب نہیں ہے (سوائے انصاف کے لیے علامتی طور پر)، جب کہ انسان کا حساب ہونا ہے۔ جانور اور انسان کا یہی فرق سب سے اہم ہے۔ انسان دو چیزوں کا مجموعہ ہے:

روح: جس کا تعلق اللہ کے امر، عالمِ بالا سے ہے۔ اور جسم / نفس: جو مٹی سے بنا ہے اور اس کی کشش زمین کی طرف ہے۔ ہماری مثال اس مسافر جیسی ہے جسے ایک سواری (جسم) دی گئی ہے۔ ہمارا اصل وجود ''روح'' ہے اور جسم صرف ایک گاڑی یا کشتی ہے جس کے ذریعے ہمیں یہ دنیاوی سفر طے کرنا ہے۔ بدقسمتی سے ہم نے جسم کو ہی ''میں'' سمجھ لیا ہے اور اسی کی خدمت (کھانا، پینا، آرام) میں لگے رہتے ہیں، حالانکہ یہ جسم یہیں مٹی میں رہ جائے گا اور گل سڑ جائے گا۔ ہاں قیامت میں اسے دوبارہ اٹھایا جائے گا تاکہ جزا و سزا کے ذریعے عدل کے تقاضے پورے ہوں۔

اب آتے ہیں رمضان کی اہمیت کی طرف۔ اس کو ایک مثال سے سمجھیں۔ تصور کریں ایک مسافر صحرا میں ہے، بھوکا پیاسا مرنے کے قریب ہے۔ اسے اچانک ایک گھنا درخت نظر آتا ہے، جس میں رس دار پھل لگے ہیں۔ وہ وہاں جاکر کھاتا پیتا ہے اور جان میں جان آتی ہے۔ جب وہ تازہ دم ہوکر آگے بڑھنے لگتا ہے تو درخت پر لکھا ہوتا ہے کہ ''اے مسافر! اب یہ درخت تجھے اگلی بارہویں منزل پر ملے گا''۔ یہ مسافر ہماری ''روح'' ہے۔ یہ دنیا کے صحرا میں گناہوں، جھوٹ اور حرام خوری سے زخمی اور بیمار ہوجاتی ہے۔ رمضان المبارک وہ سایہ دار درخت ہے جہاں آکر روح کو غذا (قرآن، عبادت، تقویٰ) ملتی ہے۔ یہی رمضان کی اصل اہمیت ہے، یہ وہ چھاؤں ہے جس کو رب العزت نے ہماری روح کو زندہ کرنے اور زندہ رکھنے کے لیے عطا فرمایا ہے۔ جس طرح جسم کی غذا کھانا پینا ہے، روح کی غذا نیکی، سچائی اور اللہ کا ذکر ہے۔ اصول یہ ہے کہ اگر جسم بہت زیادہ طاقتور ہوگا (خواہشات کے تابع ہوگا) تو روح کمزور ہوجائے گی۔ روح کو طاقتور کرنے کے لیے جسم کو تھوڑا کمزور کرنا پڑتا ہے۔

رمضان کا فلسفہ یہی ہے:

دن میں ''روزہ'' رکھ کر جسم کو کمزور کرو (کھانا پینا چھوڑ دو)۔ رات میں ''قیام اللیل'' اور قرآن کے ذریعے روح کو توانا کرو۔ نماز تراویح اور قیام اللیل کا مقصد ہی یہ ہے کہ دن بھر کی بھوک پیاس سے جو جسمانی خواہشات ٹوٹی ہیں، اب اللہ کے کلام سے روح کی آبیاری کی جائے۔

آخری بات یہ ہے کہ ہمیں چاہیے کہ ہم ابھی سے (شعبان کے ان بچے ہوئے دنوں میں) تیاری شروع کریں۔ یہ ایک ریس (Race) کی طرح ہے، ''Ready, Steady, Go''۔ اگر ہم اچانک پہلے روزے کو جاگیں گے تو چند دن بعد ہمت ہار جائیں گے (جیسا کہ اکثر ہوتا ہے کہ مسجدیں پہلے ہفتے بھرتی ہیں اور پھر خالی ہوجاتی ہیں)۔

ہمیں اپنے ''نفس'' کو ابھی سے قابو کرنا ہے، اس کی گردن دبوچنی ہے۔ شیطان کو تو اللہ رمضان میں قید کردے گا، لیکن ہمارا ''نفس'' (جو شیطان کا ایجنٹ ہے) ہمارے ساتھ ہوگا۔ اس لیے ان اگلے 15-16 دنوں میں اپنے نفس کو کنٹرول کرنے کی مشق کریں تاکہ رمضان بہترین گزرے اور ہم اس مبارک تحفے یعنی رمضان کے مہینے کا بھرپور فائدہ اٹھاکر حیوانیت کی سرحدوں سے دور انسانیت کی معراج کا سفر کرسکیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حمدِ باری تعالیٰ جل جلالہ
و
نعتِ رسولِ پاک ﷺ

تجھ سے کچھ اور بھی اس دل کو میں ڈرتے دیکھوں
ریت کی طرح جب انساں کو بکھرتے دیکھوں

رات کے پچھلے پہر جب بھی کروں یاد تجھے
اپنی تنہائیوں کو روشنی کرتے دیکھوں

جب گرا ہوتا ہوں سجدے میں تو سر سے اپنے
قافلہ سا تری رحمت کا گزرتے دیکھوں

ڈوب جاتی ہیں جب اشکوں میں دعائیں میری
خود کو ساحل پہ کھڑا پار اترتے دیکھوں

جب بھی حق بات کوئی میری زبان سے نکلے
اپنے شانوں پر تجھے ہاتھ سا دھرتے دیکھوں

تجھ میں ہو جاؤں فنا کاش میں اتنا یارب!
اپنی دہلیز پہ شیطان کو مرتے دیکھوں

(مظفر الدین وارثی)

نعتِ رسولِ پاک ﷺ

ذکر سرکار ہوتا رہا دیر تک
یاد میں ان کی روتا رہا دیر تک

اک ذرا دل نے چھیڑا تھا ذکر نبی
عشق سیراب ہوتا رہا دیر تک

ان کی چشم کرم مہرباں ہوگئی
نعت سرکار لکھتا رہا دیر تک

یاد میں ان کے آنسو نکلتے رہے
داغ دل کے میں دھوتا رہا دیر تک

ذکر میں مست و بیخود ہوا جس گھڑی
خوشبوؤں میں مہکتا رہا دیر تک

پہنچے انجم جہاں محفلِ نعت میں
کیف و مستی کا چرچا رہا دیر تک

(قمر انجم)

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

امن عالم اور اسلامی معاشرت کی اساس

افرادِ نسل انسانی کے باہمی میل جول اور ربط و تعلق سے پہلے خاندان، پھر کنبہ اور قبیلہ اور اس سے آگے بڑھ کر معاشرہ اور ریاست وجود میں آتے ہیں اور چونکہ یہ عالم ارضی بہرحال گنتی کے چند معاشروں اور معدودے چند ریاستوں ہی پر مشتمل ہے، اور امن عالم سے مراد ان معاشروں اور ریاستوں کے باہمی پر امن ربط و تعلق کے سوا اور کچھ نہیں۔ لہٰذا ان معاشروں اور ریاستوں کے داخلی امن و سکون کو امنِ عالم سے بالکل وہی نسبت ہے جو ایک فرد کے داخلی امن یعنی ایمان کو اس خارجی سلامت روی یعنی اسلام سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے معاشرتی امن و سکون اور سیاسی عدل و انصاف پر غیر معمولی زور دیا ہے۔ اسلامی معاشرے اور ریاست کی اکائی ایک فردِ مسلم ہے۔ اور اس کی جو تعریف نبی اکرم ﷺ نے کی اور اس کے جو اوصاف آنحضور ﷺ نے بیان فرمائے، ان کو ذہن میں مستحضر کرکے خود غور فرمایئے کہ جس معاشرے کی تعمیر ان اساسات پر ہو اور جس کے باشندے ایسے امن پسند، سلامت رو اور صلح جو واقع ہوئے ہوں اس میں امن و سلامتی کی کیسی فضا پائی جائے گی۔

اسلامی ہیئتِ اجتماعیہ کی مثبت اساس اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ پر قائم ہے، اور اس کا امتیازی نشان یا علم سلامتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دو مسلمانوں کی خالصتاً لوجہ اللہ باہمی محبت کو نیکی کے چوٹی کے اعمال میں شمار فرمایا ہے، اور مسلمان معاشرے میں سب سے زیادہ کہی اور سنی جانے والی بات باہم سلامتی کی بشارت اور دعا یعنی السلام علیکم اور وعلیکم السلام ہے۔

(قرآن حکیم اور ہماری زندگی، ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ)

اقتباس نگرانِ انجمن خُدّام القرآن، کراچی

شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

دنیاوی اعزازات بمقابلہ اخروی کامیابی

آج ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ فلاں کو آسکر ایوارڈ مل گیا، فلاں کو نوبیل انعام مل گیا، فلاں کو فلاں پرائز مل گیا۔ مگر دنیا کا بڑے سے بڑا اعزاز بھی صرف چند روزہ دنیا تک محدود ہے۔ انسان کے لیے سب سے بڑی کامیابی اور سب سے بڑا ایوارڈ یہ ہے کہ آخرت کی دائمی زندگی میں اُسے کوئی کامیابی مل جائے اور ان سے بڑھ کر خوش قسمت لوگ کون ہوں گے یا اس سے بڑا ایوارڈ کیا ہوگا کہ اللہ کے عرش کو تھامنے والے انتہائی معزز فرشتے اُن کے لیے بخشش کی دعا مانگ رہے ہوں۔ لیکن آج مادہ پرستی کے دور میں انسان اس حقیقت کو بھول رہا ہے اور عارضی فائدے کو ہی اصل کامیابی سمجھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام ظاہر کے اِن پردوں کو چاک کر کے آخرت کو ہمارے سامنے رکھتا ہے۔ اس آیت سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کتنی بڑی دولت ہے۔ آج ماں کی گود میں کلمہ مفت میں مل گیا، مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوگئے، مسلمانوں جیسا نام رکھ لیا، اس لیے ہمیں قدر نہیں ہے۔ سکول میں بچے کے نمبر کم آجائیں تو پریشانی ہوتی ہے لیکن ایمان چلا جائے تو کوئی فکر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی ایمان عطا فرمائے۔ آمین!

اہلِ ایمان کے لیے اللہ کے عرش کو تھامنے والے فرشتے بھی استغفار کرتے ہیں تو ہمیں خود استغفار کا کس قدر اہتمام کرنا چاہیے؟ یہ تصور غلط ہے کہ استغفار صرف گناہوں پر کرنا چاہیے۔ اللہ کے رسول ﷺ سے بڑھ کر کون متقی ہوگا اور پھر آپ ﷺ معصوم عن الخطا بھی تھے، مگر آپ ﷺ ہر نماز کے بعد استغفار کا ورد کیا کرتے تھے۔ اسی طرح سنتِ رسول ﷺ سے صبح شام کے اذکار میں 100 مرتبہ استغفار ثابت ہے، کیا آج ہم بھی استغفار کا اہتمام کرتے ہیں؟ تنہائی میں بیٹھ کر سوچنا چاہیے۔

فرشتے اہل ایمان کی بخشش کے لیے دعائیں تو مانگ رہے ہیں مگر کون اس رحمت کا مستحق ہے، کون سچا پکا ایمان والا ہے اور کون جھوٹا دعوی دار ہے، یہ بات صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سچے ایمان کا طالب بنائے۔

(ندائے خلافت، شمارہ نمبر 50، خطاب جمعہ امیر محترم شجاع الدین شیخ صاحب، قرآن اکیڈمی لاہور، 19 دسمبر 2025ء)

پیغام قرآن (دوسری قسط)

حافظ انجینئر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ

حافظ انجینئر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے رمضان المبارک 1432ھ (مطابق 2011ء) میں قرآن اکیڈمی، ڈیفنس میں نمازِ تراویح کے دوران دورۂ ترجمۂ قرآن کا شرف حاصل کیا۔ یہ مبارک سلسلہ نہ صرف سامعین کے قلوب کو منور کر گیا، بلکہ اس کی مکمل ویڈیو ریکارڈنگ بھی کی گئی، جواب ''پیغامِ قرآن'' کے عنوان سے محفوظ اور دستیاب ہے۔

سورۃ الفاتحہ: فطرتِ انسانی کی ترجمان

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۱﴾

ترجمہ: تمام تعریف، کُل شکر، اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

مفہوم: جیسا کہ عرض کیا گیا کہ سورۃ الفاتحہ انسان کی فطرت کی ترجمان ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں اس سورت کے آغاز ہی میں انسانی فطرت کا ایک گہرا مشاہدہ کرا دیا ہے۔ انسان کی فطرت میں احسان مندی (Gratitude) رکھی گئی ہے۔

فطرتِ انسانی اور احسان کا شعور:

انسان جب پیدا ہوتا ہے تو سب سے پہلے ایک محسن کو پہچانتا ہے۔

- ماں: پہلا محسن

بچہ چھوٹا سا ہوتا ہے، وہ ماں سے محبت کیوں کرتا ہے، کیوں کہ وہ محسوس کرتا ہے کہ میری ماں میری محسن ہے، میں کسی بھی ضرورت کے لیے روتا ہوں وہ فوراً دوڑی ہوئی آتی ہے، میری ضرورت پوری کرتی ہے چاہے مجھے نیند آ رہی ہو، مجھے بھوک لگی ہو، مجھے کوئی درد ہو ماں سمجھ لیتی ہے کہ مجھے کیا تکلیف ہے۔ اسی احساسِ احسان کی وجہ سے بچہ ماں سے محبت کرتا ہے۔

- باپ: محسن کا اگلا دائرہ

پھر بچہ بڑا ہوتا ہے تو اسے احساس ہوتا ہے کہ باپ سارا دن گھر میں نظر نہیں آتا، وہ محنت اور بھاگ دوڑ کرتا ہے، وسائل لا کر دیتا ہے، گھر کا نظام اسی کے ذریعے چلتا ہے تو احسان کا دائرہ ماں سے بڑھ کر باپ تک پہنچ جاتا ہے۔

- قوم اور معاشرہ

پھر انسان مزید غور کرتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ صرف والدین ہی نہیں، بلکہ پوری قوم اور قبیلہ بھی محسن ہیں۔ یوں احسان کا دائرہ، ماں سے باپ تک اور پھر پوری قوم اور معاشرے تک پھیل جاتا ہے۔

- مظاہرِ قدرت

پھر انسان ایک اور مرحلے پر پہنچتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ سورج ہے جو روشنی اور حرارت دیتا ہے، زمین ہے جو غذا اگاتی ہے، بارش ہے جو زندگی کو قائم رکھتی ہے، تو ان مظاہرِ قدرت کے لیے بھی اس کے دل میں احسان مندی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

• فطرت کی آخری منزل: معرفتِ رب

اگر اس انسان کی صحیح سمت میں رہنمائی ہو رہی ہو تو وہ آخر کار اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اصل محسن اللہ ہے۔ اللہ ہی نے والدین کے دل میں میرے لیے محبت ڈالی، اللہ ہی نے سورج میں میرے فائدے کی تاثیر رکھی، اللہ ہی نے پانی میں زندگی رکھی، اللہ ہی نے آگ میں حرارت رکھی۔ یعنی تمام احسانات کا سرچشمہ ایک ہی ذات ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

فطرت کی پکار: اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۱﴾

یہاں آکر انسان بے اختیار پکار اٹھتا ہے: اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۱﴾ یعنی تمام تعریف، کُل شکر، اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کا مفہوم:

رب کا معنی ہے۔ مالک، پرورش کرنے والا، ضرورتیں پوری کرنے والا۔ جو مالک ہوگا وہی پالے گا، وہی ضروریات پوری کرے گا اور جو پالے گا، ضروریات پوری کرے گا وہی حقیقی مالک ہے۔ لہٰذا اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۱﴾ کا مطلب یہ بھی ہے کہ اللہ تمام جہانوں کا مالک ہے اور تمام جہان والوں کا بھی مالک ہے

الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۲﴾

ترجمہ: اس کی رحمت میں جوش ہے اور اس کی رحمت میں دوام ہے۔

مفہوم: الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ: رحمت کے دو پہلو

الرَّحۡمٰنِ:۔ عربی زبان میں رحمان کے وزن پر آنے والی صفات میں جوش اور شدت پائی جاتی ہے۔ اسی وزن پر قرآن میں آیا ہے: رَجَعَ مُوۡسٰۤی اِلٰی قَوۡمِہٖ غَضۡبَانَ اَسِفًا [الاعراف: 150]

یعنی موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف شدید غصے اور رنج کے عالم میں لوٹے۔ پس الرحمٰن وہ ذات ہے جس کی رحمت میں جوش ہے۔

الرَّحِیۡمِ:۔

اور رحیم کے وزن پر آنے والی صفات میں دوام، تسلسل اور ہمیشگی پائی جاتی ہے، یعنی اللہ کی رحمت وقتی نہیں مستقل ہے، مسلسل ہے۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ رحمٰن بھی ہے، جس کی رحمت میں جوش ہے، رحیم بھی ہے جس کی رحمت میں دوام ہے۔

مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ﴿۳﴾

ترجمہ: بدلے کے دن کا مالک ہے۔

مفہوم: مالکِ یوم الدین سے مراد یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ بدلے کے دن کا مالک ہے۔

یہ دنیا بدلے کے اعتبار سے نامکمل ہے۔ یہاں ہمیں پورا انصاف نظر نہیں آتا۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ لوٹ مار کرنے والے فائدے میں ہیں، جھوٹ بولنے والے عیش کر رہے ہیں۔ ظلم کرنے والے طاقتور ہیں اور امانت دار و دیانت دار اکثر نقصان میں نظر آتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں بھی تو نیک لوگوں کو ان کی نیکی کا پورا بدلہ نہیں دے سکتے اور مجرموں کو ان کے جرم کی مکمل سزا نہیں دے سکتے۔ اگر پوری نوعِ انسانی مل کر اللہ کے رسول ﷺ کے احسانات کا بدلہ دینا چاہے تو کیا دے سکتی ہے؟ کوئی بدلہ ممکن ہی نہیں۔ اور اگر ہم بڑے بڑے مجرموں کو سزا دینا چاہیں، تو ہماری سزا ان کے جرم کے برابر نہیں ہو سکتی۔ مثال کے طور پر جس بدبخت نے جاپان پر ایٹم بم گرایا، لاکھوں انسان مارے گئے، لاکھوں معذور ہو گئے۔ آج بھی بمباری کے اثرات سے بچے معذور پیدا ہو رہے ہیں۔ اگر وہ مجرم ہمارے ہاتھ آ بھی جاتا، تو ہم اسے کیا سزا دے سکتے تھے؟ اسی لیے بدلے کا ایک دن ضرور آئے گا۔

یومِ دین: عدلِ کامل کا دن

وہ دن ایسا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو انعامات سے نوازے گا اور مجرموں کو ان کے جرائم کی مناسبت سے سزا دے گا اسی لیے فرمایا: مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ یعنی اللہ ہی بدلے کے دن کا مالک ہے۔

اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ﴿۴﴾

ترجمہ : اے اللہ! ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ اے اللہ! ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور چاہتے رہیں گے۔

مفہوم : (غیاب سے خطاب کی طرف)

یہ سورۃ الفاتحہ کی سب سے اہم آیت ہے۔ پہلی تین آیات میں اللہ کا ذکر غیابی انداز میں تھا۔ اللہ کو محسوس کر کے اس کی حمد و ثنا ہو رہی تھی۔ اب یہاں ذکر خطابی بن جاتا ہے۔ بندہ براہِ راست اللہ سے گفتگو شروع کرتا ہے۔

شکر سے عبادت تک :

اب بندہ اعلان کرتا ہے : اِیَّاكَ نَعۡبُدُ، ترجمہ : اے اللہ! ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

جو جذبۂ شکر تھا، اب وہ عبادت میں ڈھل جاتا ہے۔ جن لوگوں نے سورج کو بڑا سمجھا تو سورج کے سامنے سجدہ شروع کر دیا اور جس بندے کو ہدایت نصیب ہوگئی اس نے اللہ کو پہچان لیا اور اب وہ صرف اللہ کی بندگی کا اعلان کر رہا ہے۔

بندگی کے لیے مدد کی ضرورت :

لیکن اللہ کی بندگی آسان نہیں ہے شیطان رکاوٹ ڈالے گا، بگڑا ہوا معاشرہ رکاوٹ بنے گا، نفس سب سے بڑا دشمن ہے۔ اسی لیے بندہ فوراً کہتا ہے۔

وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ﴿۴﴾

اے اللہ! ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور چاہتے رہیں گے۔

نبی ﷺ کی دعا برائے حسنِ عبادت :

اسی حقیقت کی بنا پر اللہ کے رسول ﷺ ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا فرمایا کرتے تھے : اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ، وَشُكْرِكَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ (سنن ابي داود، رقم الحديث: 1522)

ترجمہ : اے اللہ! ہماری مدد فرما اپنے ذکر کے لیے، اپنے شکر کے لیے اور بہترین طریقے پر اپنی عبادت کے لیے۔

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۵﴾

ترجمہ : اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما۔

مفہوم : (ہدایت کی اصل دعا)

اللہ کی بڑائی بیان ہوگئی، بندہ اپنی عاجزی مان چکا، بندگی کا اعلان بھی ہوگیا، اب اصل دعا آتی ہے : اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۵﴾ اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما۔

انسان کی بے بسی اور قانون :

انسان خود سیدھا راستہ متعین نہیں کر سکتا۔ عورتیں قانون بنائیں گی تو مردوں کے ساتھ زیادتی ہو جائے گی۔ مرد ضابطہ بنائیں گے تو عورتوں کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ امیر قانون بنائے گا تو غریب دبے گا۔ غریب فیصلہ کرے گا تو امیر کی حق تلفی ہوگی۔ فرد کو دیکھیں گے تو اجتماعیت کا نقصان اجتماعیت کو دیکھیں گے تو فرد پامال۔ اسی لیے بندہ کہتا ہے اے اللہ! ہم لاچار ہیں، بے بس ہیں، عاجز ہیں۔

ہدایت کا عملی نمونہ :

اب انسان کہتا ہے ہمیں کسی ایسے رسول اور رہبر کی ضرورت ہے جو ہمیں بتائے کہ تجھے راضی کیسے کرنا ہے، آخرت کی تیاری کیسے کرنی ہے اور اعتدال کے ساتھ زندگی کیسے گزارنی ہے۔

صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ ۙ

ترجمہ : راستہ ان کا جن پر تو نے انعام کیا۔

مفہوم : یہ وہ راستہ ہے جن بندوں پر اللہ نے انعام فرمایا۔

اللہ تعالیٰ سورۃ النساء میں فرماتے ہیں : وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَیۡهِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ [النساء: 69]

جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا یہ وہ لوگ ہیں جو جنت میں ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ انعام یافتہ کون ہیں۔ انبیا، صدیقین، شہدا، صالحین۔ (ان کے درجات کی تفصیل ان شاء اللہ اسی آیت کے تحت آئے گی)۔

غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ۠

ترجمہ: بغیر اس کے کہ تو ان سے ناراض ہوا اور بغیر اس کے کہ وہ گمراہ ہوئے۔

مفہوم: مسند احمد کی روایت کے مطابق المغضوب علیھم سے مراد یہودی ہیں۔ اللہ نے ان پر انعام کیا تھا، لیکن ان کے جرائم کی وجہ سے وہ غضب در غضب کے مستحق ہو گئے۔ اور الضالین سے مراد عیسائی ہیں ان پر بھی انعام ہوا لیکن رہبانیت اختیار کی اور محبت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدائی میں شریک کر دیا یوں وہ سیدھے راستے سے ہٹ گئے۔

سورۃ الفاتحہ اور اللہ تعالیٰ کا جواب (حدیثِ قدسی کی روشنی میں):

رسولِ اکرم ﷺ نے ایک حدیثِ قدسی کے ذریعے ہمیں آگاہ فرمایا ہے کہ جب بندہ سورۃ الفاتحہ پڑھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ہر ہر آیت پر جواب عطا فرماتے ہیں۔ یہ سورت محض بندے کی دعا نہیں، بلکہ بندے اور رب کے درمیان براہِ راست مکالمہ ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ، وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ، فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: حَمِدَنِي عَبْدِي، وَإِذَا قَالَ: الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ سورة الفاتحة، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: أَثْنَى عَلَيَّ عَبْدِي، وَإِذَا قَالَ: مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ، قَالَ: مَجَّدَنِي عَبْدِي، وَقَالَ: مَرَّةً فَوَّضَ إِلَيَّ عَبْدِي، فَإِذَا قَالَ: إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ، قَالَ: هَذَا بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي، وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ، فَإِذَا قَالَ: اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ {6} صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ {7} قَالَ: هَذَا لِعَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ(صحيح مسلم، رقم الحديث: 878)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے نماز (یعنی سورۃ الفاتحہ) کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے، اور میرے بندے کے لیے وہی ہے جو اس نے مانگا۔ جب بندہ کہتا ہے: اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ دیکھو! میرے بندے نے میرا شکر ادا کیا۔ جب بندہ کہتا ہے: الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے نے میری تعریف بیان کی۔ جب بندہ کہتا ہے: مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے نے میری بڑائی بیان کی۔ جب بندہ کہتا ہے: اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان قول و قرار اور معاہدہ ہے، اور میں نے اپنے بندے کو وہ عطا کر دیا جو اس نے مانگا۔ اور جب بندہ کہتا ہے: اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ، صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ میرے بندے کے لیے ہے، اور میرے بندے نے جو مانگا، میں نے اسے عطا کر دیا۔

لہٰذا نوافل میں اس سورت کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں۔ ہر آیت پر رُکیں، دل کو حاضر کریں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے جواب کو محسوس کرنے کی کوشش کریں۔ اسی حقیقت کو شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر
کرتے ہیں خطاب آخر، اٹھتے ہیں حجاب آخر

اَقُوْلُ قَوْلِيْ هٰذَا وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِيْ وَلَكُمْ وَلِسَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ۔

(جاری ہے۔۔۔)

ماہِ شعبان سے استقبالِ رمضان
تیاری، تربیت اور منہج حیات کی تشکیل

فاروق احمد

استاذ قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

اسلامی شریعت میں زمانہ محض دن اور رات کا مجموعہ نہیں، بلکہ ایک بامقصد عطیہ ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے انسان کی اخلاقی، روحانی اور عملی تربیت کے لیے مختلف ادوار میں تقسیم فرمایا ہے۔ قرآن مجید نے واضح کیا کہ اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے، مگر ان میں فضیلت یکساں نہیں۔ یہی تفاوت بندۂ مومن کو غفلت سے نکال کر شعور، احتساب اور تیاری کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

ماہِ رمضان المبارک انہی بابرکت اوقات میں سب سے نمایاں ہے، مگر شریعت کا مزاج یہ نہیں کہ انسان کو اچانک کسی عظیم ذمہ داری میں ڈال دیا جائے۔ اسی لیے رمضان سے پہلے ماہِ شعبان المعظم کو رکھا گیا، جو ایک تدریجی تربیتی مرحلہ، عملی تیاری اور روحانی ہم آہنگی کا مہینہ ہے۔

ماہِ شعبان: غفلت کے وقت بیداری کی دعوت

ماہِ شعبان رجب اور رمضان کے درمیان واقع ہے۔ رجب کی حرمت اور رمضان کی فرضیت کے درمیان یہ مہینہ اکثر لوگوں کے لیے غیر نمایاں ہو جاتا ہے، حالانکہ نبی کریم ﷺ نے اسی پہلو کو اس کی اصل فضیلت قرار دیا۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں دیکھتا ہوں کہ آپ شعبان میں جتنے روزے رکھتے ہیں، اتنے کسی اور مہینے میں نہیں رکھتے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ وہ مہینہ ہے جس سے لوگ رجب اور رمضان کے درمیان غافل ہو جاتے ہیں، اور یہی وہ مہینہ ہے جس میں اعمال رب العالمین کے حضور پیش کیے جاتے ہیں، اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل اس حال میں پیش ہو کہ میں روزے سے ہوں'' (سنن النسائی، رقم الحدیث: 2357)

امام ابنِ رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لطائف المعارف میں لکھتے ہیں کہ ''غفلت کے وقت کی عبادت، عام اوقات کی عبادت سے افضل ہوتی ہے، کیوں کہ وہ اخلاص اور مجاہدے کی علامت ہوتی ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کا معمول: شعبان میں کثرتِ صیام

شعبان کی عملی فضیلت نبی کریم ﷺ کے معمول سے سب سے زیادہ واضح ہوتی ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو رمضان کے علاوہ کسی مہینے میں پورے مہینے کے روزے رکھتے نہیں دیکھا، اور میں نے آپ ﷺ کو شعبان کے علاوہ کسی مہینے میں اتنے زیادہ روزے رکھتے نہیں دیکھا'' (صحیح البخاری، رقم الحدیث: 1969)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: ''شعبان میں کثرتِ صیام کی حکمت یہ ہے کہ رمضان کی عبادات کے لیے نفس کو آمادہ کیا جائے، تاکہ فرض عبادت بوجھ محسوس نہ ہو۔'' یہی وجہ ہے کہ فقہا نے لکھا ہے کہ شعبان کے روزے دراصل تعظیم رمضان کے زمرے میں آتے ہیں، جیسے فرض نماز سے پہلے سنتیں۔

نصفِ شعبان کے بعد روزے : فقہی تطبیق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ''جب شعبان کا آدھا حصہ گزر جائے تو روزے مت رکھو'' (سنن ترمذی، رقم الحدیث: 738)

ظاہری طور پر یہ روایت کثرتِ صیام والی احادیث سے مختلف معلوم ہوتی ہے، مگر محدثین اور فقہا نے ان میں نہایت معتدل تطبیق بیان کی ہے۔

امام احمد، امام شافعی اور دیگر ائمہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک : یہ ممانعت ان لوگوں کے لیے ہے جو عادی نہ ہوں یا جنہیں اندیشہ ہو کہ رمضان کے روزے کمزوری کی وجہ سے متاثر ہوں گے۔ البتہ جو شخص پہلے سے روزے کا عادی ہو (پیر، جمعرات، یا صوم داؤدی)، اس کے لیے ممانعت نہیں۔ یہ تطبیق شریعت کے توازن اور حکمت کو واضح کرتی ہے۔

رمضان کی تیاری : ایک جامع اور متوازن منہج

1۔ روحانی تطہیر اور توبہ

رمضان کی برکتیں اسی دل میں ٹھہرتی ہیں جو توبہ اور استغفار سے صاف ہو۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں : "گناہ دل کو ایسا زنگ لگا دیتے ہیں کہ عبادت کی لذت باقی نہیں رہتی۔'' لہٰذا شعبان میں توبہ کو مؤخر نہ کیا جائے، بلکہ دلوں کو حسد، بغض اور کینے سے پاک کیا جائے، کیوں کہ یہ اعمال کی قبولیت میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

2۔ قرآن سے تعلق کی تجدید

سلف صالحین شعبان کو ''شہر القراء'' کہا کرتے تھے۔

امام ابنِ رجب رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ ''عمرو بن قیس رحمۃ اللہ علیہ شعبان کا چاند دیکھتے ہی بازار بند کر دیتے اور تلاوتِ قرآن میں مشغول ہو جاتے تھے۔''

شعبان میں تلاوت کا معمول بڑھانا اس لیے ضروری ہے تاکہ رمضان میں قرآن اجنبی نہ لگے، بلکہ دل پہلے سے اس کا عادی ہو۔

3۔ علمی و فقہی تیاری

علما اور عوام دونوں کے لیے ضروری ہے کہ :

(1) روزے کے ارکان و شرائط، (2) مفسداتِ صوم، قضا، (3) فدیہ اور کفارہ، اور (4) زکوٰۃ کے مسائل شعبان ہی میں سیکھ لیے جائیں۔

امام ابنِ عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : ''عبادت بغیر علم کے ایسے ہے جیسے اندھیرے میں چلنا، منزل مل جائے تو اتفاق، ورنہ ہلاکت۔''

4۔ جسمانی اور نفسیاتی تیاری

اسلام نفس کشی نہیں، بلکہ تدریج سکھاتا ہے۔ اچانک سحری و افطاری، نیند کی کمی اور بے اعتدالی رمضان کو مشکل بنا دیتی ہے۔ شعبان میں معمولات کو درست کرنا دراصل شریعت کی حکمت کے عین مطابق ہے۔

5۔ گھریلو، سماجی اور مالی تیاری

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''میرے ذمے رمضان کے قضا روزے ہوتے، میں انہیں شعبان میں ادا کر لیتی تھی'' (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 1146)

یہ روایت بتاتی ہے کہ شعبان عملی منصوبہ بندی کا مہینہ ہے :

(1) قضا روزے، (2) خریداری، (3) صفائی، (4) زکوٰۃ کا حساب، اور (5) رشتوں کی اصلاح سب اسی مہینے میں کر لینی چاہیے۔

اختتامی کلمات

ماہ شعبان دراصل اللہ کی طرف سے ایک مہربان تنبیہ ہے کہ رمضان قریب ہے۔ یہ مہینہ بتاتا ہے کہ کامیاب رمضان اچانک نہیں آتا بلکہ تیاری، مجاہدے اور شعور سے آتا ہے۔

جو شخص شعبان کو سنجیدگی سے لے، اس کا رمضان سنور جاتا ہے، اور جو شعبان میں غافل رہے، وہ رمضان میں بھی اکثر محرومی کا شکوہ کرتا ہے۔

رمضان ایک مہینہ نہیں، ایک تربیت ہے، اور اس تربیت کا دروازہ شعبان سے کھلتا ہے۔

سونے پر مبنی معیشت : گولڈ اسٹینڈرڈ کا تحقیقی جائزہ

محمد اعظم

طالب علم رجوع الی القرآن کورس سال اول

جب معاشرے تہذیب و تمدن کے ارتقائی مرحلے سے آگے بڑھے تو معیشت بھی وجود میں آئی، اور آج معیشت کا یہ شعبہ وقت کے ساتھ سفر طے کرتے ہوئے بہت اہمیت اختیار کرگیا ہے۔ کسی بھی معیشت کی عمارت میں اہم ستون اس کا زری نظام (کرنسی کا نظام) ہوتا ہے۔ قرآن و حدیث میں بھی دو طرح کی کرنسی یعنی دینار و درہم کا تذکرہ ملتا ہے، جو اس وقت آپ ﷺ کی موجودگی میں حجاز میں گردش میں تھیں۔

ایک جگہ قرآن فرماتا ہے :

اہل کتاب میں سے ایک گروہ ایسا ہے کہ اگر تم اس پر بہت سارے مال میں بھروسا کروگے تو وہ تمہیں لوٹا دے گا۔ اور ان میں سے ایسے بھی ہیں کہ اگر تم اس پر دینار کا بھروسا کرو تو وہ تمہیں واپس نہیں کرے گا، جب تک کہ تم اس پر کھڑے نہ رہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم غیروں سے کوئی ذمہ داری نہیں رکھتے، وہ جانتے بوجھتے اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں''۔ [آل عمران: 75]

اور سورۃ یوسف : 20 میں قرآن یہ بھی فرماتا ہے کہ ''انھوں نے اسے چند درہموں میں بیچ دیا'' یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے دور کی بات ہے۔

انسان کی معاشی تاریخ دراصل زری یا لین دین کی تاریخ ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ شے کا شے کے ذریعے لین دین سے لے کر دھاتوں، سکوں سے کاغذی نوٹ تک زری نظام مسلسل کارفرما رہا ہے۔

آج ہم آپ کے سامنے اس کرنسی کی مختصراً تاریخ بیان کریں گے، جس میں آپ ﷺ کا دور شامل ہے۔ اس کے بعد خلافت راشدہ، بنو امیہ، بنو عباس اور سلطنت عثمانیہ کا دور بھی شامل ہے۔

دو دھاتی زری نظام :

دو دھاتی زری نظام کی ابتدا بارٹر سسٹم (شے کا شے سے لین دین) کے بعد ہوئی، بارٹر سسٹم کے نقائص کی وجہ سے پہلے تو مختلف اجناس اور مختلف دھاتوں نے آلہ مبادلہ یعنی کرنسی کا کام کیا، لیکن بعد میں مختلف دھاتوں میں سے ''سونا و چاندی'' کرنسی کے طور پر استعمال ہونا شروع ہوگئیں۔ اور یہ زری نظام کا پہلا دور ہے، جس کو ''دو دھاتی زری نظام'' بھی کہا جاتا ہے، جو 155 سال پہلے سن 1870 عیسوی تک دنیا میں موجود رہا، جو ایک طویل عرصہ ہے۔ اس نظام میں سونے اور چاندی سے بنے سکوں کو بطور آلہ مبادلہ کے استعمال کیا جاتا تھا۔

آئیے ہم پہلے مختصراً یہ بھی بیان کردیتے ہیں کہ دنیا میں سونے و چاندی کا زری نظام کیسے رائج ہوا تھا، اور ماضی میں کرنسی کے طور پر استعمال ہونے والی اشیا میں کیا خصوصیات ہوسکتی تھیں۔

اول : یہ سب کے لیے قابل قبول ہو۔ دوئم : اسے آسانی سے ذخیرہ کیا جاسکتا ہو اور لے جایا جاسکتا ہو۔ سوئم : یہ آسانی سے ضائع نہ ہوتا ہو۔ ان وجوہات کی بنا پر سینکڑوں سال پہلے سونے اور چاندی جیسی قیمتی دھاتوں کا بطور زر/کرنسی استعمال عام ہوگیا۔ یہ دھاتیں کاغذی کرنسی کی آمد سے پہلے ایک طویل عرصے تک استعمال ہوتی تھیں۔ ان دھاتوں کی پیمائش اور قیمت کا تعین کرنے کے لیے ریاست کو ان کی ایک مقدار کو سکّے کی شکل میں مہر لگانی پڑتی تھی، جسے لوگ اپنے تبادلے میں استعمال کرسکتے تھے۔ آج جسے پیسہ جانا جاتا ہے، سب سے پہلے سونے و چاندی اور دیگر دھاتوں یا مرکب دھاتوں سے بنے سکوں کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اس رقم کی قیمت کا تعین دھاتی مواد کی قیمت سے کیا جاتا تھا، تاکہ اسے عوامی سطح پر قبول کیا جاسکے۔

اگر ہم مختصراً تاریخ کو وقت کی لکیر میں بیان کریں تو تقریباً پانچ ہزار سال پہلے سے سونا و چاندی بطور زر استعمال ہو رہے تھے، قدیم روم میں بھی سونا و چاندی ہی زری نظام کا حصہ تھے۔ سکندر اعظم (336-323 قبل مسیح) نے بھی ایک وسیع و عریض دنیا میں حکومت قائم کی تھی، اس کے دور میں بھی چاندی کے سکّے رائج تھے، اور اس کے بعد بھی آنے والے بادشاہوں نے سونے و چاندی سے بنے سکّوں ہی کو زرّی نظام میں گردش میں رکھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تقریباً 636 سال بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ صحرائے عرب میں اس وقت کی دو عظیم سلطنتوں کے سونے و چاندی کے سکے بطور ''زر'' گردش کر رہے تھے۔ پہلی رومی یا بازنطینی سلطنت اور دوسری ایرانی یا ساسانی سلطنت تھی، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں ان دونوں سلطنتوں کے سکے صحرائے عرب میں گردش میں تھے، جو آج بھی میوزیم میں محفوظ ہیں۔ اسلام سے قبل عرب میں بازنطینی یا رومی کرنسی (دینار) اور فارسی یا ایرانی کرنسی (درہم) دونوں کا استعمال ہوا۔ جب اسلام آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دینار و درہم کو بطور رقم استعمال کرنے کی منظوری دی۔ دنیا سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد خلافت راشدہ کا دور آتا ہے، جو 632ء سے 661ء تک کا ہے۔ کیوں کہ وحی میں ''دینار'' اور ''درہم'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، اور قرآن میں بھی دینار و درہم دونوں کا تذکرہ موجود ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلامی کرنسی (دینار و درہم) کے وزن کے بارے میں تاریخی روایات تو موجود ہیں، لیکن اس موضوع پر صریح، متفق علیہ اور ایک ہی نوعیت کا حوالہ تمام کتب میں موجود نہیں ہے۔

تاریخی روایت کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جب فتوحات ہو رہی تھیں، اور اسلام کا دائرہ وسیع ہو رہا تھا، اس وقت اسلامی دینار اور اسلامی درہم کے لیے دینار اور درہم کو نیا وزن دیا گیا، جس کے مطابق اسلامی دینار کا وزن ایک مثقال کے حساب سے سونا (4.25) گرام رکھا گیا، جب کہ اسلامی درہم کا وزن خالص چاندی (2.975) مقرر کیا گیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ سات اسلامی دینار کا وزن دس اسلامی درہم کے برابر ہے، یعنی سات اسلامی دینار کا وزن 29.75 (7*4.25) گرام بنتا ہے، جب کہ دس اسلامی درہم کا وزن 29.75 (10*2.975) گرام بنتا ہے، ایک اسلامی دینار ایک مثقال کے برابر تھا۔

1Misqal = 4.25 Gram (in weight)
1Misqal=1 Islamic Dinar (4.25 Gram)
7Islamic Dinar=10 Islamic Dirham

خلافت راشدہ کا معاشی نظام حقیقی دولت پر مبنی تھا جو کرنسی یا زر کے حوالے سے بڑی اہمیت رکھتا ہے، کیوں کہ یہ (حقیقی دولت) انسانیت کے تمام معاشی نظاموں کا بنیادی پہلو ہے۔ خلافت راشدہ کے معاشی نظام میں سود اور ربا کے مقابلے میں تجارت تھی، بینک کے مقابلے میں بیت المال تھا، دولت پر شخصی کنٹرول کے بجائے ریاستی کنٹرول تھا اور آمدن پر ٹیکس کے بجائے زکوۃ تھی، جس کی وجہ سے معاشی عدل و انصاف معیشت میں موجود تھا۔

خلافت راشدہ کے بعد بنو امیہ کا دور 661ء سے 750ء تک اور اس کے بعد میں اندلس میں 756ء سے 1031ء تک رہا۔ اگر ہم تاریخ کے صفحات کی روگردانی کریں تو اسلامی حکومت کے تحت مختلف علاقوں کو متحد کرنے کی پالیسی کے ایک حصے کے طور پر خلیفہ عبد الملک ابن مروان نے 691ء میں سونے کے پہلے سکے متعارف کروائے تھے، اس طرح انہوں نے سرکاری طور پر ''عمر بن الخطاب'' کا معیار قائم کیا۔ اگلے سال انہوں نے دار الاسلام کے تمام خطوں میں درہموں کو ٹکسال کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے حکم دیا کہ سکوں پر اس جملے کی مہر لگائی جائے: ''اللہ واحد ہے، اللہ ابدی ہے''۔ انہوں نے سکوں سے انسانوں اور جانوروں کی شکلوں کو ہٹانے اور ان کی جگہ خطوط لگانے کا حکم دیا۔ کچھ ہی عرصے میں اسلامی سکوں نے مسلم ممالک میں بازنطینی (رومی) اور تمام ساسانی (ایرانی) سکوں کی جگہ لے لی۔

پھر بنو عباس کا دور آتا ہے، بنو عباس کا دور 750ء سے 1258ء تک رہا۔ ہارون رشید اور مامون رشید بنو عباس کے ہی مشہور بادشاہ ہیں، اس سارے وقت میں بھی سونے و چاندی کا ہی زری نظام تھا۔ مسلمانوں کی حکومت کافی وسیع رقبے پر تھی، معاشی خوشحالی تھی۔ لیکن 1219ء میں چنگیز

خان دوسری ریاستوں کے ساتھ ساتھ مسلم ریاستوں پر بھی عذاب الہیٰ بن کر نازل ہوا، اور تیزی سے مسلمان ممالک کو روندتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ منگولوں نے مسلم دنیا کے عباسی دور خلافت کے دو عظیم شہر عراق میں بغداد (سیاسی مرکز) اور ایران میں نیشاپور (علمی و ادبی مرکز) پر بھی حملہ کیا اور چنگیز خان نے 1221ء میں نیشاپور کو تباہ کیا۔ اور اسی کے پوتے ہلاکو خان نے بغداد کو 1258ء میں تباہ کیا۔ ایک ہی دن میں لاکھوں مسلمانوں کو شہید کیا، کتب خانوں کی کتابوں کو جلایا اور دریائے دجلہ میں ڈال دیا، جس کی وجہ سے دریائے دجلہ کا پانی ایک مہینے تک سیاہ رہا۔ اگر بات چنگیز خان اور منگولوں کے زری نظام کی کی جائے تو انہوں نے بھی تجارت میں سکوں کا استعمال کیا ہے۔ متحدہ منگول سلطنت کے قیام کے بعد چنگیز خان نے سونے اور چاندی کے سکے متعارف کروائے جسے ''سکھیس'' کہا جاتا تھا۔

منگولوں کے بعد ترکی میں دوبارہ عظیم الشان مسلم سلطنت قائم ہوئی، جس کو ہم سلطنت عثمانیہ کے نام سے جانتے ہیں، جو بڑھتے بڑھتے تین براعظم بشمول چالیس مسلم ممالک پر مشتمل ہوگئی تھی، سلطنت عثمانیہ کے بانی غازی عثمان تھے۔ ان کے دادا سلیمان نے 1200ء میں ترکمنستان سے ترکی ہجرت کی تھی اور 1230ء میں ان کا انتقال ہوا۔ اور ان کے بیٹے ارطغرل جانشین ہوئے اور ان کے ہی بیٹے غازی عثمان نے 1300ء میں سلطنت عثمانیہ قائم کی، اسی سلطنت میں دو دھاتی زری نظام کے بعد گولڈ اسٹینڈرڈ کا نظام 1875ء سے 1914ء تک رہا جو کہ بنیادی طور پر دو دھاتی زری نظام ہی تھا۔

اسلامی دینار (سونے کے سکے) اور اسلامی درہم (چاندی کے سکے) ابتدائی اسلامی خلافت (خصوصاً اموی اور عباسی دور) میں باقاعدہ معیار کے ساتھ رائج ہوئے، یہی وہ سکے تھے جن کا وزن اور معیار فقہی طور پر معتبر سمجھا جاتا تھا۔ سلطنت عثمانیہ نے بھی اسلامی مالی روایت کو جاری رکھا، البتہ عثمانی دور خلافت میں انہوں نے اپنے مخصوص ناموں اور سکوں کو رائج کیا، جس میں ''سلطانی'' سونے کے سکے، ''اقچہ'' چاندی کے سکے جو بعد میں ''قروش'' کے نام سے بھی مشہور ہوئے۔ اگرچہ عثمانی دور خلافت میں سکوں کے نام بدل گئے تھے، لیکن اسلامی دینار و درہم کا معیار، وزن اور تصور برقرار رہا۔

زری نظام کا دوسرا دور گولڈ اسٹینڈرڈ:

دوسرے دور 1875ء سے 1914ء تک یعنی آج سے 111 سال پہلے تک ریاستیں اپنے پاس صرف سونا (کوئی دوسری دھات نہیں) رکھ کر اتنی ہی مالیت کی کرنسی یا کسی بھی دھات کے سکے جاری کرتی تھیں، جس کو 'گولڈ اسٹینڈرڈ' کہا جاتا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوئی ہوگی کہ براہ راست سونے یا کسی قیمتی دھات پر مبنی کرنسی بدترین دھوکہ دہی کا شکار ہو سکتی تھی۔ دوسری طرف تجارتی سرگرمیاں بڑھ رہی تھیں اور ضرورت اس بات کی تھی کہ زر کی حرکت پذیری آسان ہو۔ سونے کا معیار (گولڈ اسٹینڈرڈ) سے مراد ایک ایسا زری نظام ہے، جہاں کسی ملک کی کرنسی یا کاغذی کرنسی کی قدر براہ راست سونے سے منسلک ہوتی ہے۔ گولڈ اسٹینڈرڈ میں ریاست صرف اتنے ہی کرنسی جاری کرتی تھی جتنا اس کے پاس سونا ہوتا تھا۔ اس لیے زائد کرنسی مارکیٹ میں نہیں آتی تھی اور افراط زر (جب کسی ملک میں اشیا و خدمات کی قیمتیں مسلسل بڑھتی جائیں اور پیسے کی قوت خرید کم ہوتی جائے) نہیں ہوتا تھا، جو کہ آج ترقی پذیر ممالک کے معاشی مسائل میں سے ایک بڑا مسئلہ ہے۔ یہ نظام 1914ء تک بہترین کام کرتا رہا اور اس کے بعد 1944ء تک جزوی طور پر رہا۔ یہ دونوں زری نظام ایک طویل عرصے تک دنیا میں موجود رہے، لیکن سونے چاندی کے زری نظام یا گولڈ اسٹینڈرڈ کا صرف اختتام کا سال بتا کر بات ختم کردی جاتی ہے، حالانکہ اس زری نظام کی تاریخ بشمول حضور ﷺ اور اسلامی سنہری دور کے ہزاروں سال پر محیط ہے۔

یہاں ایک حدیث کا ذکر بہت ضروری ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جو سونا یا چاندی کے برتن میں کھاتا یا پیتا ہو، گویا وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ غٹ غٹ اتارتا ہے۔ اس حدیث میں ان افراد کو سخت وعید سنائی گئی ہے جو سونا اور چاندی سے تیار کردہ یا سونا اور چاندی سے ملمع شدہ یا ان دونوں سے تزئین شدہ برتن استعمال کرتے ہیں۔ اس گناہ کے مرتکب شخص کو اس کے پیٹ میں جہنم کا عذاب وارد ہونے کی وجہ سے ڈراؤنی اور ناگوار آواز سنائی جائے گی، کیوں کہ یہ عمل کافروں اور متکبروں کی نقالی اور فقرا و محتاجوں کی دل شکنی کے مترادف ہے۔ نیز اس لیے بھی کہ اسلام بندۂ مسلم کو اخلاقی گراوٹ اور عیش پرستی سے بچاتا ہے۔

علما نے حرمت کی ایک حکمت یہ بھی بیان کی ہے کہ نقدی مال کے طور پر سونا چاندی کا استعمال ماضی سے ہوتا آیا ہے، لہذا انہیں برتنوں اور تحفوں وغیرہ کے طور پر اپنانا اور استعمال کرنا، ایک طرح سے تجارتی سرگرمیوں کو مفلوج بنا دینا اور حاجات و ضروریات کی قدر و قیمت کو ناکارہ بنا دینا ہے، جب کہ ان کے اپنانے اور استعمال کرنے میں کوئی مفاد کا پہلو بھی نہیں ہے۔ ان برتنوں میں کھانے اور پینے پر اس حدیث کی ممانعت میں ہر قسم کے فائدے شامل ہیں، جو اوپر بیان ہوئے ہیں سوائے اس کے جس کی شریعت نے اجازت دی ہو، جیسے عورتوں کو زیورات کے استعمال کی اجازت ہے۔

سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا جنت میں ہوگا، جب کہ دنیا میں ان برتنوں میں کھانا پینا تکبر کی علامت ہے۔ دوسری طرف سونے چاندی کے استعمال کی جہاں تک بات ہے کہ سونے چاندی کے بنے آئینے، شوپیس، گھڑیاں اور سرمہ دانی اور دیگر استعمال کی چیزیں وغیرہ مرد و عورت کے لیے یکساں حرام ہیں۔ سوائے اس بات کے عورت سونے چاندی کے زیورات استعمال کر سکتی ہے اور نصاب کے حساب میں سال پورا ہونے پر زکوۃ فرض ہو جائے گی۔ اس طرح لوگ اگر سونا و چاندی کسی بھی شکل میں اپنے پاس رکھیں گے، تو سال میں ان پر زکوۃ فرض ہو جائے گی اور غریب طبقے میں زکوۃ جانے سے معاشرے میں خوشحالی آئے گی، اور اگر سونا چاندی نہیں رکھیں گے تو وہ سونا چاندی زری نظام میں شامل ہو جائے گا، تو ریاست کی سونے چاندی ملکیت بڑھے گی جو کہ فطری طور پر ہوگا۔

گولڈ اسٹینڈرڈ کو زوال دینے والے حالات و عناصر:

سلطنت عثمانیہ میں دو دھاتی زری نظام کے بعد گولڈ اسٹینڈرڈ کا نظام جو 1875ء سے 1914ء تک رہا۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ مغرب اور انگلینڈ نے سلطنت عثمانیہ کے مخالف کمال پاشا اتاترک کے ساتھ مل کر سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ کیا۔ سلطنت عثمانیہ کے خاتمے سے ہی گولڈ اسٹینڈرڈ کا زوال ہونا شروع ہو گیا تھا۔

پہلی جنگ عظیم سے پہلے ہی یورپ بشمول برطانیہ ہتھیاروں کی دوڑ میں آگے نکل چکے تھے، سلطنت عثمانیہ کے خاتمے کے وقت ہندوستان پر برطانیہ کا قبضہ تھا۔ برطانیہ نے ہندوستان پر ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذریعے 1858ء سے 1946ء تک حکومت کی۔ ہندوستان کی حکومت برطانیہ نے مسلمانوں سے لی تھی، اس وقت تک ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت کو آٹھ سو سال سے زائد ہو چکے تھے۔ برطانیہ نے 1882ء میں دنیا کے کچھ ممالک کے ساتھ مل کر جنگی اتحاد قائم کیے تھے، کیوں کہ پہلی جنگ عظیم کے بعد ترکی کو شکست ہوئی تھی اور سلطنت عثمانیہ ختم ہو گئی تھی، لیکن ساتھ ہی برطانیہ اور امریکا بہت مضبوط ممالک بھی بن چکے تھے، اور اب سرمایہ دارانہ نظام کے پیروکاروں اور حامیوں کو دنیا کے زر اور زری نظام پر کنٹرول چاہیے تھا۔ 1930ء تک کسی نہ کسی صورت میں سونا بطور زر استعمال ہوتا رہا تھا، خود امریکا میں 1900ء میں گولڈ اسٹینڈرڈ کا ہی زری نظام رائج تھا اور سونے کی سرکاری قیمت ایک ڈالر برابر (25.8) رتی سونا تھی۔

گولڈ اسٹینڈرڈ معیشت میں کیسے کام کرتا تھا؟

سونے چاندی کے زری نظام کے بعد گولڈ اسٹینڈرڈ 1875ء سے جنگ عظیم اول کی ابتدا تک بہت ہی موثر اور کارگر طریقے سے کام کرتا رہا، کیوں کہ اس نظام میں فطری طور پر موجود ''خود کار اصلاح'' کا میکنیزم ہونے کی وجہ سے کوئی بھی ملک اپنے خسارے اور سرپلس کو لمبے عرصے تک چلا نہیں سکتا تھا۔ اسی لیے ''معاشی سیکٹر'' بیلنس میں آجاتا تھا اور نہ صرف مانیٹری ڈسپلین ہوتا تھا، بلکہ ایکسچینج ریٹ بھی مستحکم رہتے تھے گولڈ اسٹینڈرڈ میں افراط زر (فٹ نوٹ) نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ملک کو کرنسی خواہ وہ سکے کی شکل میں ہو یا کاغذی شکل میں، اتنی ہی بنانی تھی جتنے گولڈ ریزرو تھے، کیوں کہ کرنسی گولڈ میں قابل تبدیل تھی اور گولڈ کرنسی میں قابل تبدیل تھا۔ اسی لیے افراط زر (فٹ نوٹ) نہیں ہوتا تھا۔

لیکن اس نظام میں گڑبڑ تب شروع ہوئی جب جنگ عظیم اول میں ان اصولوں کو ایک ایک کر کے توڑا گیا جن اصولوں پر یہ نظام قائم تھا۔

پہلا اصول جو توڑا گیا وہ یہ تھا کہ جنگ کی وجہ سے ملکوں نے کرنسی کو اپنے گولڈ ریزرو سے زیادہ بنانی شروع کر دی اور دوسرا اصول جو توڑا گیا وہ یہ تھا کہ گولڈ کی ایکسپورٹ کو بھی روکا گیا، کیوں کہ ممالک کو جنگ کی وجہ سے زائد چیزیں خریدنی تھیں، ان ہی وجوہات کی بنا پر گولڈ اسٹینڈرڈ منہدم ہو گیا۔

جنگ عظیم اول کے بعد گولڈ اسٹینڈرڈ دوبارہ بحال کرنے کوشش ناکام ہوئی، کیوں کہ وہ اصول جو گولڈ سٹینڈرڈ کو گولڈ اسٹینڈرڈ بناتے تھے اور جن اصولوں کی بنیاد پر یہ نظام اتنا مؤثر اور کارگر تھا، وہ اصول کسی طرح سے اپنائے نہیں جاسکے یعنی گولڈ اسٹینڈرڈ میں کرنسی گولڈ میں اور گولڈ کرنسی میں قابل تبدیل نہ کہلاسکی۔

اکثر ممالک نے سونے کی درآمد اور برآمد پر پابندی عائد کردی تھی اور گولڈ اسٹینڈرڈ میں حکومت کو گولڈ ریزرو کے برابر کرنسی بنانی ہوتی تھی، لیکن جنگ عظیم اول کے بعد بہت سے ممالک جو تباہ حالی کا شکار تھے۔ اپنے ملکوں کی تعمیر نو کے لیے بھی انہوں نے زائد کرنسی بنائی اور خود امریکا بھی اس میں آگے آگے تھا۔ ایک کام اور بھی ہوا پہلے گولڈ اسٹینڈرڈ میں یہ ہوتا تھا کہ اگر آپ کی برآمدات زیادہ ہے تو ملک میں سونا زیادہ آئے گا۔ تو آپ کے ملک میں سونے کا اندرونی بہاؤ یعنی INFLOW زیادہ ہوگا اور سونے کا اخراج یا رساؤ یعنی OUTFLOW کم ہوگا اور خالص سونے میں اضافے کی وجہ سے ملک میں کرنسی زیادہ ہوگی، جس کی وجہ سے اشیا کی قیمتیں بڑھیں گی۔ اور اشیا کی قیمتیں بڑھنے کی وجہ سے آپ کی مہنگی پروڈکٹ انٹرنیشنل مارکیٹ میں مقابلہ نہیں کرسکے گی اور نتیجے کے طور پر آپ کی ایکسپورٹ پھر سے کم ہوگی جو کہ خاص طور پر پرائس فلو میکنیزم PRICE FLOW MECNISIM کی وجہ سے ہوگی جو کہ گولڈ اسٹینڈرڈ میں فطری طور پر موجود ہوتا ہے۔ لیکن کچھ ہی عرصے میں جب سونا ملکوں کے اندر آیا تو بہت سے ممالک نے اب دو کام کیے جو کہ قابل ذکر ہیں: ایک تو زیادہ سونا ملک میں آنے کے باوجود ان ممالک نے کرنسی نہیں بڑھائی، جو کہ بڑھانی چاہیے تھی۔ اور دوسرے انہوں نے اپنی کرنسی قدر کو DEVALUE کردیا، یہ سب کچھ ان ممالک کی حکومتیں ہی کر رہی تھی، گولڈ اسٹینڈرڈ میں اگر آپ کے ملک میں سونا زیادہ آگیا ہے اور آپ پھر بھی کرنسی نہیں بڑھا رہے تو اس کو STERLIZATION OF GOLD کہا جاتا ہے۔ یعنی سونا اپنی اصل معاشی ذمہ داری (زر/کرنسی یا قدر کے پیمانے) سے نکل جائے اور غیر پیداواری یا غیر مالی استعمال میں جامد (Inactive) ہو جائے۔ تو ممالک غور و فکر کے بعد یہ کوشش کر رہے تھے کہ ان کے ملک سے سونا نہ جائے، واضح طور پر ہر ملک یہی کام کررہا ہو تو یہ نظام کیسے چلتا۔ برطانیہ وہ پہلا ملک تھا جس نے کہا کہ اب ہماری کرنسی سونے سے قابل تبدیل نہیں ہوگی۔ یہاں پڑھنے والوں کے ذہنوں میں ایک سوال یہ بھی پیدا ہو رہا ہوگا کہ اگر برآمدات کم ہوگی تو ملک کو اور پیداوار کرنے والوں دونوں کو نقصان ہوگا۔ لیکن سوچنے کی بات یہ بھی تو ہے کہ ملکی ضرورت تو اولین ترجیح ہونی چاہیے، برآمد تو ریاست زائد پیداوار کو ہی کرتی ہے، کیا آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ زرعی ملک ہونے کے باوجود یہاں اناج کی قلت ہی رہتی ہے۔

زری نظام کا تیسرا دور گولڈ ایکسچینج کا معیار/اسٹینڈرڈ یا برٹن وڈ سسٹم کا ہے جیسا کہ بیان کیا گیا کہ کلاسیکل گولڈ اسٹینڈرڈ تو 1914ء تک چلتا رہا اور جنگ عظیم اول کے بعد اس کو بحال کرنے کی ناکام کوشش بھی کی گئی، لیکن یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ اور پھر وقت گذرتے ہوئے دوسری جنگ عظیم (44-1939ء) ہوئی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ 1944 سن عیسوی میں جنگ عظیم دوئم کے اختتام پر کچھ ممالک امریکا کی ریاست نیو ہمپشائر کے ایک شہر برٹن وڈ میں اکٹھے ہوئے۔ جہاں ایک بدنام زمانہ کانفرنس ہوئی، اسی کو برٹن وڈ کانفرنس کہتے ہیں، جس میں تیسرا عالمی زری نظام گولڈ ایکسچینج کا اسٹینڈرڈ یعنی برٹن وڈ سسٹم بنایا گیا، اور اس کانفرنس میں دنیا کے لیے عالمی کرنسی ''ڈالر'' کو بنایا گیا اور یوں دو دھاتی زری نظام اور گولڈ اسٹینڈرڈ کا دنیا سے خاتمہ ہوا۔

رجوع الی القرآن کورس
تمسک بالقرآن کا ہمہ جہتی عمل

ریان بن نعمان

سابق طالب علم، رجوع الی القرآن کورس سال اول و دوم

دس دس ماہ کے دو طویل مگر برق رفتار علمی اسفار کے تاثرات کو چند سطور میں سمیٹنا ایک مشکل امر ہے، اور بوقتِ کتابت دل کے حقیقی جذبات اور کیفیات کو الفاظ کا جامہ پہنا کر صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنا، بساط سے باہر محسوس ہو رہا ہے۔ یہ تو وہ تجربات ہوتے ہیں کہ جن کو محض محسوس کیا جا سکتا ہے، بیان نہیں۔ اس مادہ پرست اور پُر فتن دور میں جہاں خلقت دنیا کے حصول کی دوڑ میں لگی ہے، صمیمِ قلب سے بکل شیئ علیم ذات کا بے حد شکر و احسان اور فضل و انعام ہے کہ اس نے ہمیں علومِ دینیہ کے بحرِ بے کنار سے چند قطرے حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق کہ جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا، وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں ہوتا، اس سفر میں درج ذیل شخصیات کا شکر ادا کرنا واجب ہے:

والدین اور اہلِ خانہ، جن کے بھرپور تعاون کی بدولت ان دو سالہ کورسز کی تکمیل ممکن ہوئی۔ اساتذہ کرام جنہوں نے ہماری کوتاہیوں اور نامناسب رویوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے، انتھک محنت اور بے مثال جذبے کے ساتھ تعلیم و تربیت فرمائی۔ وہ ساتھی جو حصولِ علم کے اس سفر میں ہمارے رفیقِ سفر رہے اور وہ منتظمین و خادمین جنہوں نے پورے سال، بالخصوص ہاسٹل میں رہنے والے طلبہ کی خوب خوب خدمت کی، وہ سب جزائے خیر کے مستحق ہیں۔ فجزاھم اللہ خیرا و احسن الجزاء فی الدارین!!

سال 22 - 2021ء میں قرآن اکیڈمی کورنگی سے رجوع الی القرآن کورس (سالِ اول) کی تکمیل کی سعادت حاصل ہوئی۔ سالِ اول کو اگر ''تمسک بالقرآن کا ہمہ جہتی عمل'' کا عنوان دیا جائے تو غالباً کورس کے مقاصد کی جامع ترین ترجمانی ہوگی۔ ''بیان القرآن'' ہو یا ''مطالبات القرآن'' (منتخب نصاب)، ''لسان القرآن'' (عربی گرامر) ہو یا ''توضیح القرآن'' (حدیث و سنت)، ''سیرتِ صاحب القرآن'' (سیرت النبی ﷺ و سیرتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ہو یا ''احکام القرآن'' (عقیدہ و فقہ)، ''تجوید القرآن'' ہو یا ''حکمۃ القرآن'' (خصوصی محاضرات، فکرِ اسلامی و اقبالیات)۔۔۔ غرض اس Quran centered Program میں مخاطبین کی دلچسپی و اُفتادِ طبع کے موافق کوئی نہ کوئی مضمون ان کے لیے تمسک و اعتصام بالقرآن کا ذریعہ بن ہی جاتا ہے، اور اُن کی زندگیاں انقلاب بالقرآن کا عملی نمونہ پیش کرنے لگتی ہیں۔ تحصیلِ علومِ قرآنی کے مقصد میں شریک ساتھیوں کی محبت، نسبتِ قرآنی کے سبب دل میں یوں جاگزیں ہو جاتی ہے کہ زندگی کی بقیہ سانسیں ان کے بغیر ادھوری محسوس ہوتی ہیں اور جنت الفردوس میں ان کا ساتھ، خواہشات کی ترتیب میں سرِ فہرست ہو جاتا ہے۔ یوں رجوع الی القرآن کورس (سالِ اول) کے ذریعے انفرادی سطح پر ایک فرد تحصیلِ علمِ دین کے اپنے بنیادی فرض سے کسی حد تک سبکدوش اور اپنی دینی ذمہ داریوں اور فرائض سے بہت حد تک روشناس ہو جاتا ہے۔۔۔ اور اجتماعی سطح پر قرآن کے ذریعے بدلے ہوئے افراد بصورتِ تحریک و اجتماعیت، نظامِ قرآنی کے نفاذ کی عملی جدوجہد میں مصروفِ عمل ہو کر احیاءِ اسلام، عروجِ امت اور اخروی نجات کا سامان کرنے میں کھپ جاتے ہیں۔

سال 24 - 2023ء میں قرآن اکیڈمی یاسین آباد میں رہائش کے ساتھ رجوع الی القرآن کورس (سالِ دوم) کی تکمیل کا حسین ترین تجربہ ہوا۔ ملک کے طول و عرض سے آئے ہوئے علمِ معرفتِ خداوندی کے متلاشی، مختلف المزاج، ہم مشرب رفقا، ہم جماعت طلبہ اور جامِ علم کے ساقی نہایت قابلِ احترام اساتذہ کرام کی محبتوں، شفقتوں، عنایتوں، قیمتی تجربات، ساتھ بِتائے ہوئے ناقابلِ فراموش لمحات، لائبریری میں ہزاروں کتب و رسائل کے درمیان رات گئے مطالعے میں مستغرق اوقات اور اس سب پر مستزاد قرآن اکیڈمی کی چار دیواری میں موجود نورانی و روحانی ماحول نے قلب کے لطیف جذبات کو جو مہمیز بخشی، ذہنی و عملی صلاحیتوں کو جو نکھار عطا کیا اور برّ و تقویٰ کے داعیات کو جو تحریک دی۔۔۔۔ الغرض ذہنی و فکری، ایمانی و روحانی، شعوری و اخلاقی اور علمی و عملی ارتقائی عمل کو جو ہمہ جہتی گہرائی و گیرائی عطا کی، یہ سب عوامل یقیناً اس دو سالہ علمی سفر کے وہ سنگ ہائے میل ہیں جو سفرِ زندگی کی شاہراہ پر منزل کی سمت کے درست تعیین میں مشعلِ راہ، معاون و مددگار اور رہادی و راہنما کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دورانِ کورس جہاں اپنی کم علمی کا شدت کے ساتھ احساس ہوا، وہیں اسلاف کی علمی وراثت اور ان کی قدر و منزلت کا بھی حقیقی ادراک ہوا۔ یہ ہمارے اسلاف ہی کی جاں گسل مساعی کا ثمرہ ہے کہ آج ہم اس ٹھنڈے اور پُر سکون ماحول میں ادبِ عربی، تفسیر، فقہ، حدیث اور بلاغت جیسے دقیق اور تکنیکی مضامین کو نہایت آسانی کے ساتھ سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ یہ کورس اپنے مقاصد، یعنی تبلیغی، تحریکی، تدریسی، تحقیقی اور تخلیقی کاموں کے لیے ایک مستحکم بنیاد فراہم کرنے میں مجموعی طور پر کامیاب رہا ہے۔

ان کورسز کی سب سے بڑی خصوصیت "علمیت اور تحریکیت کے مابین ایک حسین امتزاج" پیدا کرنا ہے۔ معاشرے میں عموماً دو انتہائیں پائی جاتی ہیں: ایک طرف وہ لوگ ہیں جو انتہائی متحرک زندگی تو گزارتے ہیں، اقامتِ دین کی جدوجہد میں مصروفِ عمل تو ہوتے ہیں مگر اسلاف سے منقطع بلکہ بعض مرتبہ بدظن بھی ہوتے ہیں۔ باتیں تو آسمانوں کی ہوتی ہیں مگر قدم زمین پر مضبوط نہیں ہوتے حتیٰ کہ بنیادی فرائض (جیسے نمازِ فجر) میں بھی کوتاہی نظر آتی ہے۔ دوسری طرف وہ مجرد علمیت ہے جہاں علمی بحث و تکرار تو ہے، مگر دین کا حرکی تصور (Dynamic & Comprehensive Concept of Deen e Islam) اور جدوجہدِ اقامتِ دین مفقود نظر آتی ہے۔

یہ کورسز ان دو انتہاؤں کے درمیان راہِ اعتدال فراہم کرتے ہیں، تاکہ معاشرے کو ایسے رجالِ کار مہیا ہو سکیں کہ جن کے اذہان جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہوں مگر ان کے قلوب چودہ سو سال قبل نبی اکرم ﷺ کے قدموں میں دھڑکتے ہوں۔ ان کورسز کے مدوّنِ اول اور ادارۂ ہٰذا کے بانی و مؤسس محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی شخصیت میں ایک حسین امتزاج کے ساتھ یہ دونوں شانیں بیک وقت پائی جاتی تھیں۔ چنانچہ اُن کے محبین و متوسلین ہونے کے ناطے اب یہ ہماری بھی ذمہ داری ہے کہ ہم اپنی بقیہ زندگی میں علم اور تحریک کے اس امتزاج کو برقرار رکھیں۔ یہ کورسز محض معلومات کا مجموعہ نہیں، بلکہ ایک ایسی تربیت ہے جو انسان کو علمی گہرائی بھی دیتی ہے اور عملی میدان میں متحرک بھی رکھتی ہے۔ اسے ایک ایسے تناور درخت سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جس کی جڑیں (علم) اسلاف کی زمین میں گہری ہیں، مگر اس کی شاخیں (تحریک و عمل) دورِ جدید کے آسمان کو چھو رہی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حاصل کردہ علم کو ہمارے لیے نافع بنا دے اور ہمیں روزِ قیامت اس سوال کی تیاری کی توفیق دے دے کہ "جو علم حاصل ہوا اس پر کتنا عمل کیا؟" اللہ ہمیں شیطان کے وساوس، نفس کے شرور اور معاشرے کے غلط رجحانات سے محفوظ رکھے اور ہمیں تا دمِ آخر اپنا تن من دھن پورے کے پورے دین پر عمل کرنے، دین کی تبلیغ و اشاعت اور نصرت و اقامت کے لیے وقف کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے رکھے۔

رجوع الی القرآن کورس
شعوری و بامقصد زندگی کے زینہ کا پہلا قدم

ارباب صدیقی

سابق طالب علم، رجوع الی القرآن کورس سال اول

موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے کہ جسے دنیا میں کوئی ٹال نہیں سکتا۔ ہم سب اپنے اردگرد روزانہ لوگوں کو دنیا سے رخصت ہوتے دیکھ رہے ہوتے ہیں.... موت کچھ لوگوں کے لیے خوشگوار ہوتی ہے تو کچھ لوگ اس کو سوچ کر انتہائی افسوس اور غم کرنے لگتے ہیں۔ جی ہاں! اس کا اصل تعلق ہماری گزاری ہوئی زندگی سے ہوتا ہے کہ ہم یہ دنیا کس موڑ پر چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ آیا کہ ہم نے ظلم اور زیادتی کر کے اپنے دن پورے کیے، کسی کی دل آزاری کی یا اچھے کام کیے، کسی مقصد کے تحت زندگی کی شام کی۔

بامقصد زندگی ایک انسان کی اصل پہچان ہوتی ہے ورنہ بڑھاپے میں پہنچ کر بھی اگر بچپن کی کوئی بات یاد آجائے تو انسان مسکرا کر کہتا ہے کہ یہ تو ابھی کی بات ہے۔ بس ایسا ہی کچھ سمجھ لیں کہ اگر کسی مقصد کے تحت زندگی نہ گزاری اور کچھ حاصل نہیں کیا تو گویا دن اور رات بسر کرنے کے لیے تو ہر حیوان محنت کرتا ہے....ہ

تو نے کیا پایا انساں ہو کے

کے مصداق بس صرف پچھتاوا ہے جو ہاتھ آتا ہے۔ دنیا اور دنیا کے لوگ پیچھے رہ جاتے ہیں، صرف آپ ہوتے ہیں اور آپ کا گزارا ہوا وقت۔ ہم بچپن میں اس امید پر محنت کرتے ہیں کہ ہماری آگے کی زندگی سنور جائے جس کی کوئی گارنٹی بھی نہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ اگر یہ زندگی اگلی زندگی کے لیے لگ جائے جو کہ ہمیشہ ہمیش کی ہے۔ بڑھاپے میں یہ سوچ کر دل کیسا باغ باغ ہو جائے گا کہ میری زندگی بامقصد گزر گئی، اور مقصد کیا تھا؟ بس یہ کہ جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور جو مجھے مشکلات کے سمندروں کے درمیان بھی بچانے کی قدرت رکھتا ہے۔ بس پوری زندگی اسی کو راضی کرنے میں گزر گئی، وہ کیسے؟ بس قرآن کی اس آیت پہ دل ٹھک گیا۔ ''اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام رکھو اور آپس میں تفرقے میں نہ پڑو''۔

''اللہ کی رسی'' کا مطلب اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''یہ قرآن ہی اللہ کی مضبوط رسی ہے''۔ پس اگر اس کو تھام لیا ہو، اس کے ساتھ چمٹ گئے ہوں، اس کو مشعل راہ بنا لیا ہو تو پھر موت سے کیسا خوف، پھر تو حق کے سامنے ہر باطل کے مدِمقابل ڈٹ جانے کا دل چاہتا ہے، پھر تو اللہ کی راہ میں کٹ جانے کو دل چاہتا ہے، پھر قیامت کا منظر آنکھوں کے سامنے ہوتا ہوا نظر آتا ہے، دنیا کی حقیقت سامنے نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس عمر میں بھی یہ بات سمجھ آجائے، سکون قلب ڈھونڈنے نکلے اور قرآن میں یہ آیت نظر آجائے: ''جب ان کے سامنے قرآن کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے'' اور ''بے شک دل کو سکون تو اللہ کی یاد سے ملتا ہے''، تو پھر کیا کہنا ہے۔ موت زندگی سے اچھی لگنے لگے گی اور زندگی میں ایک پختگی آجائے گی۔

اس کیفیت کے حصول کا واحد ذریعہ قرآنِ حکیم کی جانب رجوع ہے۔ اس سلسلے میں جو ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس منعقد ہوتا ہے یہ بیک وقت نہ صرف قرآن بلکہ احادیثِ مبارکہ، سیرتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور مسلمانوں کی تاریخ کے ساتھ ساتھ ایک مسلمان کی زندگی کے بنیادی فقہی مسائل سے بھی ایک مسلمان کو روشناس کراتا ہے۔ یوں ایک سال کے بعد ایک ایسی زندگی میسر آتی ہے جس کا کوئی مقصد ہوتا ہے، کوئی نصب العین ہوتا ہے۔ یہ کورس نہ صرف عمل، بلکہ ایک مسلمان کی اصل فکر کو اجاگر کرتا ہے جو سیدھا جا کر قرآن سے، صاحب قرآن ﷺ سے اور قرآن کے رب سے جوڑتی ہے، پھر اصل زندگی یہ نہیں رہتی، بلکہ آنے والی زندگی اصل بن جاتی ہے۔

رجوع الی القرآن کورس۔۔۔چند تاثرات

ثوبان بن نعمان

طالب علم رجوع الی القرآن کورس سالِ اول

بفضلہ تعالیٰ میں نے ایک دینی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ بچپن ہی سے والدین کے سایۂ شفقت اور دینی ماحول میں پرورش کا موقع ملا جس کی وجہ سے میں اس قابل ہو پایا کہ اس پُرفتن دور میں اپنا بھی کچھ حصہ قرآن کی خدمت اور اس کی نشر و اشاعت کے لیے وقف کرنے کی سعادت حاصل کر سکوں۔

رجوع الی القرآن کورس کا تعارف مجھے بچپن ہی سے تھا، کیوں کہ میرے والد صاحب نے یہ کورس 2002ء میں کیا تھا، اور 2011ء میں اس کورس کا سال دوم بھی قرآن اکیڈمی یاسین آباد سے کیا تھا۔ مجھے شروع سے ہی شوق تھا کہ میں اس کورس میں جلد از جلد شرکت کروں اور اس شوق کا یہ عالم تھا کہ میں کورس میں باقاعدہ شامل نہ ہونے کے باوجود ہر خصوصی نشست (special lecture) میں لازمی شرکت کرتا تھا۔ خاص کر گرمیوں کی چھٹیوں میں بھی میں اس شوق کو پروان چڑھانے کے لیے کورس میں شریک ہوتا تھا، جس کی وجہ سے مجھے اس کورس کے اسرار و رموز سے کافی واقفیت حاصل ہو گئی تھی۔

کورس میں شمولیت:

اپنے اس شوق کے پیشِ نظر، دوست احباب اور گھر والوں کی حوصلہ افزائی پر میں نے عزم مصمم کرلیا کہ ان شاء اللہ میں اس کورس میں ضرور داخلہ لوں گا۔ بالآخر توفیقِ باری تعالیٰ کے سبب مجھے اس سال کورس کرنے کا موقع ملا تو میں نے بلا تأمل داخلہ فارم بھر دیا (وما توفيقي الا بالله)۔ داخلہ ملنے سے پہلے باقاعدہ میرا انٹرویو ہوا، جس کے اندر میں اللہ کے فضل سے کامیاب ہوا۔ 14 اپریل 2025 کو اس بابرکت کورس کا آغاز ہوا تو میں قرآن اکیڈمی کورنگی کراچی میں کلاس میں شامل ہوا اور بلا تعطیل، پابندی کے ساتھ اس کورس کا حصہ بن گیا (فلله الحمد والمنة)۔

کورس کا اسٹرکچر:

تقریباً تمام اکیڈمیز میں کورس کی ترتیب کچھ یوں ہے کہ پیر سے جمعرات تک روزانہ چار کلاسز ہوتی ہیں اور جمعہ کو تین۔ ان کلاسز میں ہمیں بہت سارے قیمتی اور پُراثر مضامین پڑھائے جاتے ہیں جن کا اس وقت نام لینے کا موقع نہیں، لیکن دو تین مضامین کا ذکر میں خصوصی طور پر کرنا چاہوں گا، کیوں کہ یہ مضامین کورس میں جان و روح کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں سب سے پہلا مضمون ہے عربی گرامر، شروع شروع میں عربی گرامر بہت آسان لگی لیکن آگے بڑھتے بڑھتے تھوڑی مشکل ہونا شروع ہو گئی، باوجود اس سب کے استاذ کی بھرپور توجہ اور اپنی محنت سے (فان مع العسر يسرا) کے مصداق الحمدللہ ساری مشکلات حل ہوتی چلی گئیں جس کے نتیجے میں قواعد عربیہ میں پختگی آنا شروع ہو گئی۔ (فلله الحمد والشكر)

منتخب نصاب اس کورس میں کلیدی کردار کا حامل ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے جس طرح اس کو مرتب کیا اور ہمارے استاذ نے جس انداز میں ہمیں سمجھایا، دونوں کے لیے دل سے دعائیں نکلیں، جس کی بدولت قرآن حکیم کے کچھ کچھ مقامات مع ترجمہ و تشریح ہمارے اذہان و قلوب میں نقش ہو گئے۔ گویا کہ اس کورس کا ہمیں اصل مقصد حاصل ہو گیا۔ (فهو المطلوب)

کورس میں بِتائے ہوئے چند یادگار لمحات:

ویسے تو پورا کورس ہی یاد رکھنے کے قابل ہے، بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ یادوں کا ایک جگنو ہے جو ان شاء اللہ تاحیات ہماری زندگیوں میں روشنیاں بکھیرتا رہے گا، لیکن چند حسین یادیں میں آپ سے خصوصی طور پر ذکر کرنا چاہوں گا جس سے ان شاء اللہ آپ لوگوں کو بھی ترغیب و تشویق ملے گی۔ کچھ روشن بھری یادیں ہمارے کورس کے ساتھیوں کے ساتھ قرآن انسٹیٹیوٹ بحریہ ٹاؤن اور مسجد جامع القران گلشن معمار کے تفصیلی دورے پر مشتمل ہیں، جس

میں ہم صبح سویرے اپنے اساتذہ کی نگرانی میں روانہ ہوئے اور پہلے مسجد کا visit کیا، جہاں لمبے سفر کے بعد ریفریشمنٹ سے ہماری تھکن دور کی گئی۔ پھر قرآن انسٹیٹیوٹ بحریہ ٹاؤن کی خوبصورت چھ منزلہ عمارت میں جانا ہوا، جہاں ہمارا بہترین استقبال ہوا اور بعد نماز ظہر ہمارے لیے پر تکلف کھانے کا اہتمام کیا گیا، پھر ہم وہاں سے بوجھل دل لیے، پُر نم آنکھوں اور حسین یادوں کے ساتھ واپس ہوئے۔ (مزید تفصیل کا موقع نہیں)

آخر میں اس کورس کے مؤسس، ہم سب کے استاذ اور اسلامی دنیا میں النجم الثاقب یعنی ''چمکتا ہوا ستارہ'' کی مانند، ڈاکٹر اسرار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر نہ کروں تو بہت بڑی زیادتی ہوگی، کہ جن کی وجہ سے ہماری زندگی ''من الظلمات الی النور'' یعنی ''اندھیروں سے روشنی کی طرف'' آنے کا مصداق بنی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے اس لگائے ہوئے درخت کا بہترین پھل عطا فرمائے، ہم سب کو ان کے مشن میں ساتھ دے کر ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے اور ان کا ساتھ جنت الفردوس میں نصیب فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

رجوع الی القرآن کورس۔ایک نئی زندگی کا آغاز

حافظ محمد ارسلان

سابق طالب علم رجوع الی القرآن کورس سالِ اول

مجھے رجوع الی القرآن کورس کا تعارف سال 2021ء میں ہونے والے دورہ ترجمہ قرآن میں جناب عامر خان صاحب کے ذریعے ہوا جو اُس سال راج محل لان میں مدرس کی ذمہ داری ادا کر رہے تھے۔

پھر اللہ کے فضل سے اپنے صبح کے اوقات کو فارغ کیا اور اُسی سال قرآن اکیڈمی کورنگی میں داخلہ لے کر کورس کو مکمل کیا۔ (الحمد للہ)

کورس کے دوران جن اساتذہ اور ساتھیوں کے ساتھ تعارف ہوا وہ سب ہی بہت اچھے لوگ تھے جس کی وجہ سے ہماری کلاس کا ماحول بہت خوشگوار رہا جن میں سے اکثر ساتھی اب بھی واٹس ایپ گروپ کے ذریعے اور ذاتی طور پر رابطے میں رہتے ہیں۔

کورس میں شامل مضامین کی بات کریں تو تمام ہی مضامین بحیثیتِ مسلمان ہمارے لیے سیکھنا لازمی ہیں۔ مضامین کو سمجھانے کا حق ہمارے اساتذہ نے ادا کیا، پھر چاہے وہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے بیان القرآن کی ویڈیوز ہوں یا کلاس میں موجود اساتذہ ہوں تمام کا سمجھانے کا انداز انتہائی سہل تھا اور تمام باتیں اللہ کے فضل سے سمجھ میں آئیں۔ کورس کے دوران مختلف عنوانات پر ہونے والے خصوصی محاضرات سے بھی کافی کچھ سیکھا۔ اس کورس کو کرنے کے بعد زندگی کی حقیقت کا ادراک کسی نہ کسی درجے میں حاصل ہوا اور ایک مقصدِ حیات ملا۔ بقولِ شاعر:

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے اس کورس کے دوسرے حصے یعنی رجوع الی القرآن کورس (سال دوم) میں شرکت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اس تحریر کے پڑھنے والوں سے میری درخواست ہے کہ وہ بھی اس کورس میں داخلہ لیں اور دینِ اسلام کا ضروری علم حاصل کریں۔ اللہ ہم سب کو دین کا علم حاصل کر کے اس پر عمل کرنے کی اور اس کو آگے پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

سیرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ (آخری قسط)

امین اللہ معاویہ

فاضل جامعہ الصفہ، ومعاون شعبہ تصنیف وتالیف قرآن اکیڈمی یاسین آباد

سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا فکری و عملی پس منظر:

سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی دینی شعور، فکری پختگی اور مسلسل عملی جدوجہد کا حسین امتزاج ہے۔ آپ کا اصل نام احمد بن عرفان تھا۔ 6 صفر 1201ھ (29 نومبر 1786ء) کو رائے بریلی کے علاقے تکیہ میں ایک معزز سادات گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد کے انتقال کے بعد کم عمری ہی میں ذمہ داریوں کا بوجھ آپ کے کندھوں پر آ پڑا، جس کے نتیجے میں سنجیدگی، خوداعتمادی اور مقصدیت آپ کی شخصیت میں نمایاں ہونے لگی۔ یہی اوصاف آگے چل کر آپ کے فکری و عملی مزاج کی بنیاد بنے۔

ابتدائی تعلیم کے بعد جوانی کے اوائل میں 1222ھ میں کسبِ معاش کی غرض سے لکھنؤ تشریف لے گئے، مگر وہاں کوئی مستقل ذریعۂ روزگار میسر نہ آسکا۔ یہ ظاہری ناکامی درحقیقت آپ کی فکری زندگی میں ایک نئے باب کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ حالات نے آپ کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا کہ زندگی کا مقصد محض معاشی استحکام نہیں، بلکہ ایک اعلیٰ نصب العین کا تعین ہے۔ اسی احساس کے تحت آپ نے کامل توکل علی اللہ کے ساتھ دہلی کا رخ کیا، جہاں شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسے میں حاضری نصیب ہوئی۔ 1806ء سے 1811ء تک دہلی میں قیام کے دوران آپ نے نہ صرف دینی علوم میں مہارت حاصل کی بلکہ ولی اللہی فکر، اصلاحِ معاشرہ اور اسلامی اجتماعیت کے اصولوں سے گہرا ربط پیدا کیا۔ یہی وہ مرحلہ تھا جس میں آپ کی فکر نے واضح رخ اختیار کیا کہ دین کو محض انفرادی عبادات تک محدود نہیں رکھنا۔ اجتماعی زندگی میں شریعت کی بالادستی اور ظلم واستبداد کے خلاف منظم مزاحمت، یہ عناصر آگے چل کر آپ کی عملی جدوجہد کی فکری اساس بنے۔ دہلی میں سید احمد شہید رحمۃ اللہ کے ساتھ ولی اللہی خانوادے کے دو ممتاز افراد شامل ہوئے: شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ (1831 – 1771ء) اور مولوی عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ (وفات: 1828ء)۔

وطن واپسی کے بعد 1224ھ میں آپ کا نکاح ہوا۔ اس کے کچھ عرصے بعد 1226ھ میں دہلی کا دوسرا سفر کیا اور 1227ھ میں نواب امیر خان کے لشکر سے وابستہ ہو گئے۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً پچیس برس تھی۔ سیرت نگاروں کے مطابق اس وابستگی کا مقصد محض ملازمت نہ تھا، بلکہ عملی، عسکری اور تنظیمی تجربہ حاصل کرنا بھی پیشِ نظر تھا۔ اس دور میں اقتدار کا دارومدار عسکری قوت پر تھا، اس لیے یہ بعید نہیں کہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مرحلے پر یہ تصور واضح طور پر قائم کیا ہو کہ اگر دین کی سربلندی مطلوب ہے تو منظم قوت اور عملی تیاری ناگزیر ہے۔ سات برس تک امیر خان کے ساتھ رہنے کے بعد سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ پر یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو گئی کہ اس کی جنگیں محض سیاسی مفادات اور لوٹ مار کے گرد گھومتی ہیں، جن کا دین اور اخلاق سے کوئی حقیقی تعلق نہیں۔ یہی وہ مرحلہ تھا جہاں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی فکری بصیرت نمایاں ہوئی۔ آپ نے عملی میدان میں رہتے ہوئے یہ امتیاز سیکھا کہ طاقت اگر اخلاقی و دینی اصولوں سے خالی ہو تو وہ اصلاح کے بجائے فساد کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ 1817ء میں جب امیر خان نے برطانوی حکومت سے صلح کر لی اور اس کے لشکر کے ہزاروں سپاہی بے روزگار ہو گئے، تو سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی اس وابستگی سے الگ ہو گئے۔ اس کے بعد آپ دہلی واپس آئے، اور یہی وہ نقطۂ آغاز تھا جہاں سے آپ کی باقاعدہ اصلاحی و انقلابی فکر نے عملی صورت اختیار کی۔

1236ھ میں حج بیت اللہ کی سعادت کے لیے روانگی ہوئی۔ یہ سفر محض ایک عبادت نہ تھا بلکہ فکری، روحانی اور دعوتی اعتبار سے نہایت فیصلہ کن ثابت ہوا۔ مختلف خطوں کے مسلمانوں سے رابطہ اور امتِ مسلمہ کے مجموعی زوال کے مشاہدے نے آپ کے نصب العین کو مزید واضح اور مضبوط کر دیا۔ 1239ھ میں وطن واپسی کے بعد آپ ایک پختہ فکری اور عملی قائد کی صورت اختیار کر چکے تھے۔ 1241ھ میں آپ نے شمال مغربی ہندوستان کی طرف ہجرت فرمائی اور اصلاحِ دین، اقامتِ شریعت اور جہاد فی سبیل اللہ کی منظم جدوجہد کا آغاز کیا۔ یہ مرحلہ دراصل آپ کے پورے فکری پس منظر کا عملی ظہور تھا۔ یہ تحریک نہ وقتی جوش کا نتیجہ تھی اور نہ محض عسکری مہم، بلکہ طویل فکری تربیت، عملی تجربے اور گہرے دینی شعور کا ثمر تھی۔

تحریک کی ابتدا اس بنیادی مقصد سے ہوئی کہ مسلمانوں میں توحید کا وہ تصور جو وقت کے ساتھ مسخ ہو چکا تھا، اسے اس کی خالص اور اصل صورت میں دوبارہ راسخ کیا جائے، اور اُن تمام عوامل کو ختم کیا جائے جنھوں نے اسلام کی عملی قوت کو کمزور کر دیا تھا۔ ان عوامل میں ہندو رسومات کا اثر، جھوٹے صوفیانہ رجحانات اور بعض شیعہ عقائد کو خاص طور پر نمایاں کیا گیا۔

تحریک کو عوام تک پہنچانے کے لیے سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے 1818ء اور 1819ء میں دوآبہ کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا۔ اس سفر میں غازی آباد، مراد نگر، میرٹھ، سدھانہ، کاندھیلہ، پھولت، مظفر نگر، دیوبند، گنگوہ، نانوتہ، تھانہ بھون، سہارنپور، روہیل کھنڈ، لکھنؤ اور بریلی شامل تھے۔

1821ء میں جب سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جماعت کے ساتھ حج ادا کیا، تو اس سفر کا مقصد محض عبادت نہ تھا، بلکہ ہندوستان میں فریضۂ حج کے احیا کی ایک شعوری کوشش اور اس سے متعلق پھیلنے والی غلط فہمیوں کی عملی تردید بھی تھی۔ اس اقدام نے مسلمانوں میں دینی خوداعتمادی اور شناخت کو مضبوط کیا۔ اس زمانے میں سمندروں پر یورپی اقوام کے قبضے اور بحری سفر کی دشواریوں کے باعث بہت کم ہندوستانی مسلمان حج پر جا پاتے تھے۔ انھی حالات کے پیشِ نظر بعض علما نے یہ فتویٰ دے دیا تھا کہ ایسے حالات میں حج فرض نہیں رہا۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے حج ادا کر کے اس تصور کی نفی کی اور مسلمانوں میں اس اہم فریضے کی عملی اہمیت کو دوبارہ زندہ کیا، تاکہ امت کی دینی شناخت نمایاں ہو۔

1823ء میں حج سے واپسی کے بعد آپ نے ایک مرتبہ پھر ہندوستان کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا۔ سیرت نگاروں کے مطابق اس مرحلے پر لوگ جوق در جوق بیعت کر کے تحریک میں شامل ہونے لگے۔ یہی وہ مرحلہ تھا جہاں تحریک ایک محدود دائرے سے نکل کر عوامی جدوجہد کی صورت اختیار کرنے لگی۔

تحریکِ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ: تاریخی و اجتماعی تناظر

الغرض تیرہویں صدی ہجری میں جب ایک طرف ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی قوت تیزی سے زوال پذیر ہو چکی تھی اور دوسری جانب دینی زندگی مشرکانہ رسوم اور بدعات کے دباؤ میں کمزور ہوتی جا رہی تھی، ایسے نازک اور فیصلہ کن دور میں مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجاہدانہ کوششوں سے تجدیدِ دین کی ایک ہمہ گیر تحریک نے جنم لیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب پورا پنجاب سکھ اقتدار کے زیرِ تسلط تھا اور باقی ہندوستان میں برطانوی استعمار اپنی جڑیں مضبوط کر چکا تھا۔ ان دونوں بزرگوں نے بلند ہمتی، غیر معمولی بصیرت اور دینی غیرت کے ساتھ اسلام کا علم بلند کیا اور مسلمانوں کو دین کی سربلندی اور ظلم کے خاتمے کے لیے جہاد کی دعوت دی۔

یہ دعوت کسی ایک خطے یا محدود حلقے تک مقید نہ رہی، بلکہ اس کی بازگشت ہمالیہ کی چوٹیوں، نیپال کی ترائیوں اور خلیج بنگال کے ساحلوں تک یکساں طور پر سنائی دینے لگی۔ لوگ جوق در جوق اس علم کے نیچے جمع ہونے لگے۔ عام تاریخی بیانیے میں اس تحریک کو عموماً اس ایک واقعے تک محدود کر دیا جاتا ہے کہ مجاہدین نے سرحد پار جا کر سکھوں سے مقابلہ کیا اور بالآخر شہادت پا گئے، حالانکہ یہ واقعہ اس عظیم جدوجہد کی طویل تاریخ کا محض ایک باب ہے، پوری داستان نہیں۔

درحقیقت اس تحریک نے اپنے پیروکاروں کے اندر للہیت، خلوص، نظم، اتحاد، تنظیم اور اجتماعی ذمہ داری کا ایسا جوہر پیدا کر دیا تھا جو ایک زندہ اور بیدار امت کی پہچان ہوتا ہے۔ بنگال کی سرحد سے لے کر پنجاب تک اور نیپال کی ترائیوں سے لے کر ساحلی علاقوں تک اسلامی جوش و عمل کی ایک غیر معمولی لہر دوڑ چکی تھی، اور امت کے اندر ایک حیرت انگیز وحدت اور مقصدیت نمایاں ہو گئی تھی۔

سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا اور مبلغین مختلف صوبوں اور علاقوں میں پھیل چکے تھے اور اپنے اپنے دائرۂ کار میں اصلاح، تجدید اور تنظیم کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ مشرکانہ رسوم ترک کی جارہی تھیں، بدعات سے اجتناب کیا جارہا تھا، رسمی مسلمانوں کی جگہ عملی دینداری فروغ پارہی تھی، اور متعدد مقامات پر غیر مسلم بھی اسلام قبول کررہے تھے۔ شراب اور نشہ آور اشیا کے استعمال میں کمی آرہی تھی، فواحش کے مراکز سرد پڑ رہے تھے، اور حق و صداقت کے قیام کے لیے علما اپنے حجروں سے اور امرا اپنے ایوانوں سے نکل کر میدانِ عمل میں آرہے تھے۔ وسائل کی کمی، فقر و فاقہ اور شدید مشکلات کے باوجود اس تحریک کے کارکن پورے ملک میں دعوت، تبلیغ اور اصلاح کے کام میں مصروف تھے۔

ان تمام شواہد سے واضح ہوتا ہے کہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی جدوجہد کسی وقتی جوش، حادثاتی ردِعمل یا محض عسکری میلان کا نتیجہ نہ تھی، بلکہ طویل فکری تربیت، عملی تجربے اور گہرے دینی شعور کا حاصل تھی۔ دہلی کی علمی فضا، ولی اللہی فکر کی تربیت، عسکری و تنظیمی میدان کے تجربات، حج کے روحانی اور عالمی مشاہدات، اور مسلسل دعوتی اسفار— یہ سب عناصر مل کر ایک ایسے قائد کی تشکیل کر چکے تھے جو اپنے عہد کے مسائل کو سمجھنے اور ان کا عملی حل پیش کرنے کی اہلیت رکھتا تھا۔

درحقیقت کسی فرد کی فکری و عملی تیاری اسی وقت مکمل معنویت اختیار کرتی ہے جب اسے اپنے زمانے کے اجتماعی، سیاسی اور اخلاقی حالات کے تناظر میں دیکھا جائے۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک ایسے دور میں سامنے آئی جب برصغیر کے مسلمان ہمہ جہت سیاسی زوال، دینی انحطاط اور غیر ملکی تسلط کے نتیجے میں اپنی اجتماعی شناخت اور قوت کھو چکے تھے۔ ان حالات نے اس تحریک کو محض ایک شخصی یا محدود اصلاحی کوشش کے بجائے ایک ہمہ گیر تجدیدی اور مزاحمتی جدوجہد بنا دیا۔

چنانچہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی اصلاحی اور جہادی تحریک کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے پس منظر میں موجود ان اجتماعی اور تاریخی عوامل کا گہرا جائزہ لیا جائے جنھوں نے اسے وقت کا ایک ناگزیر، تاریخی اور فیصلہ کن تقاضا بنا دیا تھا۔ یہی پس منظر آگے چل کر برصغیر کی آزادی اور دینی احیا کی جدوجہد میں ایک مضبوط فکری اور عملی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

برطانوی استعمار کا ظلم اور تحریکِ اصلاح کی ناگزیر ضرورت

برصغیر کی تاریخ میں برطانوی استعمار کا عہد ظلم، ناانصافی اور اخلاقی و تہذیبی زوال کا ایک سیاہ باب ہے۔ تاجر کے بھیس میں ہندوستان آنے والے انگریزوں کو مغل حکمرانوں نے مہمان سمجھ کر تجارتی سہولتیں، مراعات اور تحفظ فراہم کیا، مگر یہی قوت رفتہ رفتہ اس سرزمین کے سیاسی و معاشی نظم پر قابض ہوگئی اور اپنے محسنوں ہی کو غلامی، ذلت اور محرومی کی زنجیروں میں جکڑ دیا۔

انگریزوں کا ظالمانہ رویہ صرف مغل سلاطین تک محدود نہ رہا، بلکہ عام ہندوستانی باشندوں، امرا، تعلق داروں، زمینداروں، کاشت کاروں، ریاستی حکمرانوں، علما اور شرفائے وطن— سبھی اس استبداد کی زد میں آ گئے۔ ان مظالم کی تفصیل اگرچہ طویل اور اندوہ ناک ہے، تاہم زندگی کے بنیادی شعبوں میں روا رکھی جانے والی ناانصافیوں کا اجمالی جائزہ ہی اس حقیقت کو واضح کر دیتا ہے کہ کس طرح ہندوستان کو اخلاقی، معاشی اور تہذیبی تباہی کے دہانے تک پہنچا دیا گیا۔ خود مدراس ہائی کورٹ کے ایک انگریز جج نے اعتراف کیا کہ ہندوستانیوں کی سماجی حیثیت پامال کی گئی، قوانینِ وراثت اور معاشرتی نظام میں مداخلت کی گئی، عبادت گاہوں کی جاگیریں ضبط ہوئیں، ریاستیں چھینی گئیں اور منظم لوٹ کھسوٹ کے ذریعے ملک کو کمزور کر دیا گیا۔

مغل بادشاہ، جو صدیوں تک برصغیر میں وقار و اقتدار کی علامت سمجھے جاتے تھے، شدید تحقیر کا نشانہ بنے۔ انھیں قلعوں سے بے دخل کیا گیا، شاہی حرم سراؤں میں بے باکی سے داخل ہوگیا اور خواتین کے ساتھ نازیبا سلوک روا رکھا گیا۔ یہی تحقیر آمیز طرزِ عمل رفتہ رفتہ دیگر والیانِ ریاست کے ساتھ بھی اختیار کیا گیا، جس کے نتیجے میں پورا سیاسی و سماجی ڈھانچا بکھر کر رہ گیا۔

اخلاقی میدان میں بھی استعمار کے اثرات نہایت مہلک ثابت ہوئے۔ نشہ آور عادات کو فروغ دے کر قوم کو پست ہمتی اور بدعملی کی طرف دھکیلا گیا، جب کہ تعلیمی ادارے، مدارس اور اوقاف بند یا ضبط کرکے عوام کو جہالت اور بے عملی میں مبتلا کر دیا گیا۔ معاشی سطح پر دولت کی اندھا دھند لوٹ مار نے ایک خوش حال اور خود کفیل معاشرے کو افلاس اور غلامی کی دلدل میں گرا دیا۔ مقامی صنعت و تجارت تباہ ہوگئی،

دولت مسلسل بیرونِ ملک منتقل ہوتی رہی اور ایک زندہ قوم بے بسی اور محرومی کی تصویر بن گئی۔

ان حالات کا فطری نتیجہ یہ نکلا کہ عام ہندوستانیوں کے دلوں میں انگریزی اقتدار کے خلاف نفرت نے جنم لیا، جو بتدریج آزادی اور اصلاح کی شدید تڑپ میں تبدیل ہوگئی۔ اس کیفیت کا سب سے گہرا اثر علما کے طبقے پر پڑا، جنھوں نے حالات کی سنگینی کو سب سے پہلے محسوس کیا۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور بعد ازاں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے والیانِ ریاست، امرا اور رؤسا کو خطوط کے ذریعے بارہا متوجہ کیا اور ظلم کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کے نتائج سے آگاہ کرنے کی کوشش کی۔ بعض حکمرانوں نے ابتدا میں مزاحمت کی ہمت بھی دکھائی، مگر پلاسی (1757ء)، بکسر (1764ء)، ٹیپو سلطان کی شہادت (1799ء) اور اودھ سمیت دیگر ریاستوں کی مسلسل شکستوں کے بعد انگریزی طاقت مزید مستحکم ہوتی چلی گئی، جب کہ قوم پر مایوسی، خوف اور بے بسی کی کیفیت طاری ہوگئی۔

ایسے تاریک اور فیصلہ کن حالات میں علما نے خاموش تماشائی بنے رہنے کے بجائے میدانِ عمل میں قدم رکھنے کا عزم کیا۔ جب شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا تو اہلِ علم اور باشعور مسلمانوں میں ایک نئی روح دوڑ گئی۔ آزادی، اصلاحِ حال اور جہاد اب محض فکری مباحث نہ رہے، بلکہ وقت کا ایک ناگزیر عملی فریضہ بن گئے۔ چنانچہ علما اور اہلِ ایمان نے کمرِ ہمت باندھی، جان و مال کی قربانی کے لیے آمادگی ظاہر کی، اور اسی عملی جدوجہد کی قیادت بالآخر سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں آئی۔ یوں اس دور میں کسی اصلاحی، تجدیدی اور مزاحمتی تحریک کی ضرورت محض ایک نظری خواہش نہیں رہی تھی، بلکہ حالات کے جبر نے اسے ایک ناگزیر، تاریخی اور فیصلہ کن تقاضا بنا دیا تھا۔

تحریک سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا منہج اصلاح وجہاد

سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کا امتیاز یہ ہے کہ اس نے اصلاحِ باطن اور جہادِ ظاہر کو ایک دوسرے سے جدا نہیں سمجھا، بلکہ دونوں کو دین کے ہمہ گیر نظام کے ناگزیر اجزا کے طور پر پیش کیا۔ ان کے نزدیک محض سیاسی اقتدار کی تبدیلی یا عسکری غلبہ مقصود نہ تھا، بلکہ اصل ہدف ایک ایسی ایمانی، اخلاقی اور اجتماعی فضا کی تشکیل تھا جس میں شریعتِ اسلامی کی بالادستی عملاً قائم ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریک کا آغاز تلوار سے نہیں، بلکہ دعوت، تزکیہ اور اصلاحِ عقیدہ سے ہوا۔

اس منہج کی بنیاد توحیدِ خالص پر تھی۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقا نے سب سے پہلے مسلمانوں کو شرک، بدعات اور غیر اسلامی رسوم سے نجات دلانے کو اپنا مقصد بنایا۔ انھوں نے واضح کیا کہ جب تک عقیدہ درست نہ ہو اور دین اپنی اصل روح کے ساتھ زندگی میں نافذ نہ ہو، اس وقت تک نہ فرد کی اصلاح ممکن ہے اور نہ قوم کی سربلندی۔ چنانچہ وعظ، نصیحت، تعلیم اور عملی نمونہ— سب کو دعوتی حکمت کے ساتھ بروئے کار لایا گیا، تاکہ دین محض نظری عقیدہ نہ رہے بلکہ زندہ اور متحرک عمل بن جائے۔

اس اصلاحی جدوجہد کا دوسرا نمایاں پہلو نظم و ضبط اور اجتماعی شعور کی تربیت تھا۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متبعین میں اطاعتِ امیر، نظمِ جماعت، باہمی اتحاد اور قربانی کے جذبے کو پروان چڑھایا۔ ان کے نزدیک منتشر افراد کبھی تاریخ کا رخ نہیں بدل سکتے، اس لیے ایک منظم جماعت کی تشکیل ناگزیر تھی جو دینی مقصد کے لیے ہمہ وقت تیار ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریک میں بیعت کا نظام، اخلاقی تربیت اور اجتماعی ذمہ داری کو خاص اہمیت حاصل تھی۔

جب اصلاحِ عقیدہ، اخلاقی تربیت اور تنظیمی شعور ایک حد تک مستحکم ہوگیا تو اس کے بعد جہاد کا مرحلہ آیا، جو اس تحریک کے منہج میں محض عسکری اقدام نہیں، بلکہ ظلم کے خاتمے اور دین کی آزادی کے لیے ایک شرعی اور اخلاقی فریضہ تھا۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جہاد نہ جذباتی ردِ عمل تھا اور نہ اقتدار کی خواہش، بلکہ ایک باقاعدہ دینی ذمہ داری تھی جو حالات کے جبر اور شریعت کے تقاضے کے تحت سامنے آئی۔ اسی لیے انھوں نے جہاد سے پہلے طویل تیاری، مشاورت اور دعوتی مراحل اختیار کیے۔

یہ جہادی منہج اندھی خونریزی یا انتقام پر مبنی نہ تھا، بلکہ عدل، اخلاق اور شریعت کی حدود کا پابند تھا۔ دشمن سے مقابلے میں بھی انسانی اقدار، نظم و ضبط اور دینی اصولوں کی پاسداری کو ملحوظ رکھا گیا۔ اسی توازن نے اس تحریک کو محض ایک عسکری مہم کے بجائے ایک ہمہ گیر اصلاحی

اور تجدیدی تحریک بنا دیا، جس کا اثر صرف میدانِ جنگ تک محدود نہ رہا، بلکہ معاشرے کے اخلاقی اور دینی ڈھانچے تک پھیل گیا۔

الغرض تحریک سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا منہج اصلاح و جہاد دراصل اس قرآنی اصول کی عملی تعبیر تھا جس میں تزکیہ، تعلیم اور اقامتِ دین کو ایک ہی جدوجہد کے مختلف مراحل قرار دیا گیا ہے۔ یہی ہم آہنگی اس تحریک کی اصل قوت تھی اور یہی وہ عنصر ہے جس نے اسے برصغیر کی دینی و سیاسی تاریخ میں ایک منفرد اور فیصلہ کن مقام عطا کیا۔

تحریکِ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تنظیمی ساخت، نظامِ بیعت:

تحریکِ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کامیابی اور اس کی گہری اثر پذیری کا ایک بنیادی سبب اس کی مضبوط تنظیمی ساخت، واضح قیادت اور متوازن منہج اصلاح و جہاد تھا۔ یہ تحریک محض وقتی جوش یا افراد کے غیر منظم اجتماع کا نام نہیں تھی، بلکہ ایک منظم، بااصول اور مقصد شناس جماعت کی صورت میں ابھری، جس کی بنیاد اطاعت، نظم و ضبط اور اجتماعی ذمہ داری پر رکھی گئی تھی۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ اصلاحِ معاشرہ اور جہاد فی سبیل اللہ جیسی عظیم ذمہ داریاں منتشر افراد کے ذریعے انجام نہیں دی جا سکتیں، بلکہ اس کے لیے ایک ایسی جماعت درکار رہے جو فکری ہم آہنگی، اخلاقی پختگی اور عملی اطاعت سے مزین ہو۔

اسی شعور کے تحت تحریک میں نظامِ بیعت قائم کیا گیا، جو اس جدوجہد کا روحانی اور تنظیمی مرکز تھا۔ بیعت محض ایک رسمی عہد نہ تھی بلکہ ایک شعوری وابستگی، دینی ذمہ داری کے اقرار اور امیر کی اطاعت کا عملی عہد تھی۔ اس کے ذریعے افراد کو ذاتی خواہشات، علاقائی و قبائلی تعصبات اور انفرادی مزاج سے نکال کر ایک اعلیٰ دینی مقصد کے تحت منسلک کیا جاتا تھا۔ یہ نظام افراد کی اخلاقی تربیت، نظمِ جماعت اور قربانی کے جذبے کو مضبوط بنانے کا مؤثر ذریعہ بنا اور جماعت کو انتشار سے محفوظ رکھا۔

تنظیمی اعتبار سے تحریک کو مختلف حلقوں اور جماعتوں میں منقسم کیا گیا، جن کی قیادت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے منتخب خلفا اور نمائندوں کے سپرد تھی۔ یہ خلفا محض عسکری ذمہ دار نہ تھے، بلکہ داعی، مربی اور منتظم بھی تھے۔ ان کی ذمہ داریوں میں دعوت و اصلاح، تنظیم جماعت، مالی نظم، عوامی شعور کی بیداری اور تحریک کے پیغام کو دور دراز علاقوں تک پہنچانا شامل تھا۔ اسی منظم نظام کے ذریعے تحریک کے افکار اور مقاصد بنگال سے لے کر پنجاب تک، اور سرحدی علاقوں سے لے کر اندرونِ ہند تک پھیلتے چلے گئے۔ تحریک کے نظم و ضبط کا یہ عالم تھا کہ انفرادی رائے، ذاتی اجتہاد اور خودسری کو ناپسند کیا جاتا تھا۔ فیصلے مشاورت سے ہوتے، مگر عمل میں امیر کی اطاعت کو لازم سمجھا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ شدید فقر، طویل اسفار، قلتِ وسائل اور دشمن کی سختیوں کے باوجود جماعت میں انتشار پیدا نہ ہوا اور افراد ثابت قدمی کے ساتھ اپنے مقصد پر قائم رہے۔

اس منظم جدوجہد کا ایک نہایت اہم اور نمایاں پہلو یہ تھا کہ ''اصلاحِ معاشرہ کو جہاد پر مقدم رکھا گیا''۔ کئی علاقوں میں باقاعدہ قتال سے قبل طویل عرصہ دعوت، تعلیم، تطہیرِ عقیدہ اور اخلاقی اصلاح کا کام کیا گیا، تاکہ ایک ایسا معاشرہ وجود میں آئے جو محض جنگ جیتنے کا نہیں بلکہ دین پر چلنے کا اہل ہو۔ یہ تدریجی حکمتِ عملی تحریک کی فکری پختگی اور قیادت کی دوراندیشی کی واضح علامت تھی۔

جہادِ بالاکوٹ: اسباب، حکمتِ عملی اور تاریخی نتائج

جب تحریکِ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اصلاحِ عقیدہ، تنظیم جماعت اور اجتماعی تربیت کے مراحل سے گزر چکی، تو حالات کے تقاضے کے تحت عملی جہاد کا مرحلہ درپیش آیا۔ یہ اقدام کسی جذباتی عجلت یا وقتی ردِعمل کا نتیجہ نہ تھا، بلکہ گہرے مشاہدے، طویل مشاورت اور شرعی اصولوں کی روشنی میں کیا گیا فیصلہ تھا۔ پنجاب اور سرحدی علاقوں میں سکھ اقتدار کی سخت گیر حکومت، مسلمانوں پر مذہبی پابندیاں، مساجد کی بے حرمتی اور ظلم و جبر نے مسلح جدوجہد کو ناگزیر بنا دیا تھا۔

بالاکوٹ کا انتخاب محض جغرافیائی اتفاق نہ تھا، بلکہ ایک سوچی سمجھی حکمتِ عملی کا حصہ تھا۔ یہ علاقہ دفاعی لحاظ سے موزوں، قبائلی حمایت کا حامل اور سکھ اقتدار کے مرکز سے نسبتاً دور تھا۔ یہاں ایک ایسی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھنے کا تصور تھا جہاں شریعت کے مطابق نظام قائم ہو، مظلوموں کو عدل ملے اور دین آزادانہ طور پر پروان چڑھے۔ اسی مقصد کے تحت نظمِ حکومت، مالیات، قضا اور عسکری نظم کے ابتدائی

خدوخال مرتب کیے گئے۔ تاہم عملی میدان میں تحریک کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ وسائل کی قلت، اسلحے کی کمی، بعض قبائلی سرداروں کی بے وفائی، داخلی اختلافات اور دشمن کی عددی و عسکری برتری نے حالات کو پیچیدہ بنا دیا۔ اس کے باوجود سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقا نے صبر، استقامت اور توکل علی اللہ کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا اور کسی مرحلے پر مقصد سے دست بردار نہ ہوئے۔

بالآخر 1831ء میں بالاکوٹ کے مقام پر وہ معرکہ پیش آیا جو بظاہر عسکری شکست پر منتج ہوا، مگر حقیقت میں تاریخِ اسلام اور برصغیر کی دینی جدوجہد کا ایک دائمی باب بن گیا۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقا کی شہادت نے تحریک کو ختم نہیں کیا، بلکہ اسے دوام عطا کیا۔

جہادِ بالاکوٹ کا سب سے بڑا نتیجہ یہ تھا کہ اس نے مسلمانوں کے اندر غلامی کو تقدیر سمجھنے کے تصور کو توڑ دیا۔ یہ واضح پیغام دے دیا گیا کہ دین کی سربلندی اور ظلم کے خاتمے کے لیے قربانی ناگزیر ہے، اور اگر قیادت مخلص، مقصد واضح اور جدوجہد اصولی ہو تو وقتی شکست بھی دائمی بیداری میں بدل جاتی ہے۔

تحریکِ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے فکری اثرات اور برصغیر کی دینی و آزادی کی تحریکوں پر نقوش:

اگرچہ تحریکِ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ عسکری اعتبار سے بالاکوٹ میں اپنے ظاہری انجام کو پہنچی، مگر فکری، دینی اور تاریخی اعتبار سے اس کا سفر وہیں ختم نہیں ہوا۔ درحقیقت یہ تحریک برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک ایسے فکری سانچے کی حیثیت رکھتی ہے جس نے بعد کی تمام اصلاحی، تجدیدی اور آزادی کی تحریکوں کو گہرے طور پر متاثر کیا۔

اس تحریک نے دین کو محض فرد کی نجی زندگی تک محدود کرنے کے تصور کو توڑا اور اسلام کو ایک ہمہ گیر نظامِ حیات کے طور پر زندہ کیا۔ اصلاحِ عقیدہ، تطہیرِ عبادات، اخلاقی تربیت، اجتماعی نظم اور سیاسی شعور — یہ سب عناصر ایک مربوط نظام کی صورت میں سامنے آئے، جو بعد میں دیوبند اور دیگر دینی تحریکوں میں مختلف انداز سے جلوہ گر ہوئے۔

سیاسی و آزادی کے تناظر میں اس تحریک نے غلامی کی نفسیات کو چیلنج کیا۔ یہی شعور بعد میں 1857ء کی جنگِ آزادی، ریشمی رومال تحریک، خلافت تحریک اور دیگر مزاحمتی جدوجہدوں میں نمایاں نظر آتا ہے۔ قیادت کے باب میں بھی سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ معیار قائم کیا کہ دینی قیادت کردار، قربانی، نظم و ضبط اور عوامی اعتماد کا مجموعہ ہوتی ہے۔

بالاکوٹ کی شہادت نے تحریک کے ظاہری ڈھانچے کو منتشر ضرور کیا، مگر اس کے افکار، نصب العین اور روح کو ختم نہ کر سکی۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ وہ تحریکیں زیادہ دیرپا اثر چھوڑتی ہیں جو عسکری شکست کے باوجود اخلاقی اور فکری برتری ثابت کر دیں — اور تحریکِ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اسی قبیل سے تعلق رکھتی ہے۔

تحریکِ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کی دینی و سیاسی تاریخ میں محض ایک جنگ یا ایک واقعہ نہیں، بلکہ ایک ہمہ گیر فکری انقلاب کی علامت ہے۔ یہ تحریک اس حقیقت کی گواہ ہے کہ جب دین کی دعوت اخلاص، علم، تنظیم اور قربانی کے ساتھ اٹھی ہو تو وہ وقتی ناکامیوں کے باوجود تاریخ کا رخ موڑ دیتی ہے۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقا کی قربانیاں آج بھی امت کو یہ پیغام دے رہی ہیں کہ اصلاحِ نفس، اصلاحِ معاشرہ اور جہاد فی سبیل اللہ — یہ سب ایک ہی مقصد کے مختلف مراحل ہیں، اور یہی راستہ زوال پذیر قوموں کو حیاتِ نو عطا کرتا ہے۔

یہ تحریک ہمیں یہ سبق بھی دیتی ہے کہ حقیقی تبدیلی محض نعروں یا وقتی جذبات سے نہیں آتی، بلکہ اس کے لیے صبر آزما جدوجہد، مضبوط قیادت اور اصولی استقامت درکار ہوتی ہے۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی جدوجہد آج کے دور میں بھی اہلِ ایمان کو اپنی انفرادی و اجتماعی ذمہ داریوں کا احساس دلاتی ہے۔ اگر امت خلوصِ نیت، فکری بصیرت اور منظم عمل کو اپنا شعار بنا لے تو زوال کی تاریکیاں بھی روشنی میں بدل سکتی ہیں۔ یوں یہ تحریک ہر دور کے مسلمانوں کے لیے رہنمائی، حوصلے اور بیداری کا دائمی سرچشمہ ہے۔

تعارف

رجوع الی القرآن کورس (آخری قسط)

زیر انتظام : انجمن خدام القرآن سندھ

یہ صرف ایک کورس نہیں ہے :

یہ صرف ایک کورس نہیں ہے۔ یہ آپ کی زندگی کا سب سے اہم فیصلہ ہو سکتا ہے۔ یہ موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ سوچیے، آپ نے اپنی زندگی کے کتنے برس صرف دنیوی تعلیم میں لگائے۔ اب صرف دس ماہ اللہ کی کتاب کو سمجھنے میں لگائیں۔ یہ دس ماہ آپ کی پوری زندگی بدل دیں گے۔

آپ نے دنیوی ڈگریوں کے لیے لاکھوں روپے خرچ کیے۔ اب یہ کورس بالکل مفت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو موقع دے رہے ہیں۔ اس موقع کو ضائع نہ کریں۔ روزِ قیامت جب آپ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے، تو وہ پوچھیں گے کہ میں نے تمہیں قرآن دیا تھا، تم نے اسے سمجھا، اس پر عمل کیا، اس دن کیا جواب ہو گا۔

اگر آج آپ یہ فیصلہ کرلیں کہ ہاں، میں نے قرآن کو سمجھنا ہے، تو یہ فیصلہ آپ کی دنیا اور آخرت دونوں سنوار دے گا، آپ کی نمازیں بہتر ہوں گی، آپ کا ایمان مضبوط ہو گا، آپ کے اخلاق بہتر ہوں گے، آپ کے گھر میں جنت کا ماحول بنے گا، آپ کے بچے نیک ہوں گے، اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو جائیں گے۔

آئیے! اس بہترین گروہ میں شامل ہو جائیں۔ آئیے! قرآن کو سیکھیں اور دوسروں کو بھی سکھائیں۔ آئیے! قرآن کی خدمت میں اپنا نام لکھوائیں۔

سال 2026ء آپ کے لیے ایک نئی صبح کا پیغام لے کر آسکتا ہے۔ 5 اپریل کو ہونے والی تقریب محض ایک تقریب نہیں، بلکہ ایک عہدِ وفا کی تجدید کا دن ہو گا۔ اگر آپ اپنی زندگی کے شب و روز کو بامقصد بنانا چاہتے ہیں، اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا شمار ان لوگوں میں ہو جن کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ ''تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے''، تو پھر تاخیر مت کیجیے۔

جب آپ اس کورس میں داخلہ لیتے ہیں تو آپ صرف اپنے لیے نہیں سیکھ رہے ہوتے، بلکہ ایک تاریخی مشن کا حصہ بن رہے ہوتے ہیں۔ یہ مشن ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے 1972ء میں شروع کیا تھا۔ آج پورے پاکستان میں ہزاروں لوگ اس مشن کا حصہ ہیں۔ لاکھوں لوگ قرآن کی طرف رجوع کر چکے ہیں، یہ مشن ابھی مکمل نہیں ہوا، ابھی کروڑوں لوگ ہیں جنہیں قرآن کی طرف بلانا ہے۔ آپ جب یہ کورس کریں گے تو آپ بھی اس مشن کا حصہ بن جائیں گے۔ پھر آپ بھی دوسروں کو قرآن کی طرف بلائیں گے۔ یوں یہ سلسلہ چلتا رہے گا اور ان شاء اللہ ایک دن پورا معاشرہ قرآن کی طرف لوٹ آئے گا۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں : وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا [حم السجده: 33] ''اور اس سے بہتر بات کس کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے''۔ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ [الجمعة: 4] ''یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے''۔

فارسی شاعر کا مشہور شعر ہے :

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

''یہ سعادت بازو کی طاقت سے نہیں ملتی، جب تک نہ بخشے، بخشنے والا خدا''۔

لیکن ہماری کوشش بھی ضروری ہے۔ اللہ نے ہمیں موقع دیا ہے۔ اب ہمیں قدم اٹھانا ہے۔ انجمن خدام القرآن سندھ آپ کو دعوت دیتی ہے کہ آئیے، قرآن کے سائے میں آجائیں۔ اپنی مصروفیات میں سے صرف چند گھنٹے روزانہ اللہ کی کتاب کے لیے نکالیں۔ یہ سرمایہ کاری کبھی رائیگاں نہیں جائے گی۔

کورس کی تیاری: کیسے شروعات کریں

کچھ بنیادی تیاری ضرور کی جاسکتی ہے جو کورس کے دوران آپ کے لیے مفید ثابت ہوگی۔ سب سے پہلے تو یہ ضروری ہے کہ اگر آپ قرآن کریم ناظرہ نہیں پڑھ سکتے تو ابھی سے اس کی مشق شروع کردیں۔ کسی استاد سے، کسی دوست سے، یا گھر کے کسی بڑے سے سیکھنا شروع کریں۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ اپنے وقت کا جائزہ لیں اور اپنی روزمرہ کی مصروفیات کو اس طرح منظم کریں کہ صبح کے اوقات میں آپ کورس کے لیے وقت نکال سکیں۔ اگر آپ نوکری کررہے ہیں تو اپنے ادارے سے بات کریں اور دیکھیں کہ کیا آپ دیر سے آنے کی اجازت لے سکتے ہیں یا پھر چھٹی لے سکتے ہیں۔ بہت سے لوگ اس مقصد کے لیے خصوصی طور پر چھٹی لیتے ہیں اور یہ ان کی زندگی کا بہترین فیصلہ ثابت ہوتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اپنے گھر والوں کو اس کورس کے بارے میں بتائیں اور ان سے تعاون کی درخواست کریں۔ اگر آپ خاتون ہیں تو اپنے شوہر اور بچوں کو بتائیں کہ آپ یہ کورس کرنا چاہتی ہیں۔ اگر آپ مرد ہیں تو اپنی بیوی اور گھر والوں کو بتائیں۔ جب گھر والوں کا تعاون ہو تو کورس کرنا بہت آسان ہوجاتا ہے۔ وہ گھر کے کاموں میں مدد کریں گے، بچوں کی دیکھ بھال میں مدد کریں گے، اور آپ کو کورس پر ارتکاز کرنے کا موقع ملے گا۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اپنے ذہن کو تیار کریں۔ یہ سمجھ لیں کہ یہ آسان کام نہیں ہے۔ دس ماہ تک روزانہ چار سے پانچ گھنٹے کورس میں دینے ہوں گے۔ گھر پر بھی کچھ وقت پڑھائی کو دینا ہوگا۔ لیکن یہ محنت آپ کی دنیا اور آخرت دونوں بنادے گی۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں کی جانے والی محنت کبھی ضائع نہیں جاتی۔ ہر مشقت کا اجر ہے، ہر قدم کا ثواب ہے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ آپ کو اس کورس میں کامیابی عطا فرمائیں۔ دعا کریں کہ وہ آپ کو قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دیں۔ دعا کریں کہ وہ تمام مشکلات کو آسان فرمادیں۔ دعا بہت طاقتور ہتھیار ہے۔ جب آپ خلوص دل سے اللہ سے مانگتے ہیں تو وہ ضرور سنتے ہیں اور عطا فرماتے ہیں۔

سابق طلبہ کے احوال:

پچھلے تقریباً چار دہائیوں میں ہزاروں لوگ اس کورس سے فیض یاب ہوچکے ہیں۔ ان میں سے بہت سے لوگوں کی زندگیاں مکمل طور پر بدل گئیں۔ ڈاکٹرز، انجینئرز، وکلا، بزنس مین، اساتذہ، گھریلو خواتین - ہر طبقے سے لوگ آئے اور سب نے اپنی زندگیوں میں حیرت انگیز تبدیلیاں دیکھیں۔

ایک ڈاکٹر صاحب ہیں جنہوں نے اپنے کیریئر کے عروج پر یہ کورس کیا۔ وہ بتاتے ہیں کہ میں نے اپنی پوری زندگی میڈیکل کی تعلیم حاصل کرنے میں لگادی تھی۔ ایم بی بی ایس، پھر ایم ڈی، پھر پریکٹس۔ لیکن جب میں نے اس کورس میں قرآن کو سمجھنا شروع کیا تو احساس ہوا کہ زندگی کی اصل تعلیم یہ ہے۔ اب میں اپنی پریکٹس میں بھی قرآن کی تعلیمات کو لاگو کرتا ہوں۔ مریضوں سے سلوک میں، فیس وصول کرنے میں، ہر معاملے میں قرآن کی رہنمائی لیتا ہوں۔

ایک خاتون ہیں جنہوں نے یہ کورس اپنے بچوں کے بڑے ہونے کے بعد کیا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے اپنی پوری زندگی گھر کے کاموں اور بچوں کی پرورش میں گزار دی۔ لیکن یہ خلا تھا کہ میں قرآن کو نہیں سمجھتی تھی۔ جب میں نے یہ کورس کیا تو ایسا لگا جیسے مجھے زندگی کا اصل مقصد مل گیا۔ اب میں اپنے گھر میں ہفتہ وار درس قرآن کرتی ہوں جس میں پڑوس کی خواتین بھی شرکت کرتی ہیں۔

ایک انجینئر صاحب ہیں جو ایک بڑی ملٹی نیشنل کمپنی میں کام کرتے تھے۔ انہوں نے اس کورس کے لیے خصوصی طور پر دس ماہ کی چھٹی لی۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ میری زندگی کا بہترین فیصلہ تھا۔ اس کورس نے مجھے وہ دیا جو دنیا کی کوئی یونیورسٹی نہیں دے سکتی تھی-زندگی کا مقصد، دل کا سکون، روح کی تسکین۔ اب میں نے اپنی نوکری تو جاری رکھی ہے لیکن ساتھ ساتھ قرآن کی خدمت بھی کر رہا ہوں۔

ایک نوجوان طالب علم ہیں جنہوں نے یونیورسٹی کے دوران یہ کورس کیا۔ وہ بتاتے ہیں کہ میں تو صرف والد کی خواہش پر آیا تھا لیکن یہ کورس میری زندگی بدل گیا۔ پہلے میں سیکولر خیالات رکھتا تھا، لیکن جب قرآن کو سمجھا تو احساس ہوا کہ سارے جوابات قرآن میں موجود ہیں۔ اب میں اپنی یونیورسٹی میں دوسرے طلبہ کو بھی قرآن کی طرف بلا رہا ہوں۔

یہ صرف چند مثالیں ہیں۔ ایسی ہزاروں کہانیاں ہیں جو یہ بتاتی ہیں کہ یہ کورس واقعی زندگی بدل دیتا ہے۔ جب آپ قرآن کو سمجھتے ہیں تو آپ کی سوچ بدل جاتی ہے، آپ کا نظریہ بدل جاتا ہے، آپ کی زندگی کا رخ بدل جاتا ہے۔ آپ ایک نئے انسان بن جاتے ہیں-ایک ایسا انسان جو اللہ کی رضا کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیتا ہے۔

معاشرے میں تبدیلی: ایک وسیع تر اثر

اس کورس کا اثر صرف انفرادی سطح پر نہیں، بلکہ اجتماعی سطح پر بھی ہوتا ہے۔ جب ایک شخص بدلتا ہے تو اس کا اثر اس کے گھر پر پڑتا ہے۔ جب گھر بدلتا ہے تو محلے پر اثر پڑتا ہے۔ جب محلے بدلتے ہیں تو معاشرہ بدلتا ہے۔ یہ ایک chain reaction ہے جو ایک فرد سے شروع ہو کر پورے معاشرے تک پہنچتی ہے۔

ہم نے دیکھا ہے کہ جن محلوں میں اس کورس کے فارغ التحصیل طلبہ رہتے ہیں، وہاں ایک خاص دینی ماحول بن جاتا ہے۔ لوگ ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں، ایک دوسرے سے اچھا سلوک کرتے ہیں، مسجدیں آباد ہوتی ہیں، قرآن کی محفلیں ہوتی ہیں۔ یہ تبدیلی دھیرے دھیرے لیکن یقینی طور پر آتی ہے۔

بہت سے طلبہ نے اپنے دفاتر اور کاروباری اداروں میں بھی اسلامی ماحول بنانے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے اپنے ساتھی کارکنوں کو نماز کی ترغیب دی، جھوٹ اور دھوکے سے بچنے کی تلقین کی، ایمانداری اور دیانتداری کو اپنایا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے ادارے میں برکت آئی، کاروبار بڑھا، اور ماحول بہتر ہوا۔

کچھ طلبہ نے تو اپنی زندگی ہی قرآن کی خدمت کے لیے وقف کر دی۔ وہ اب پورے وقت انجمن کے ساتھ کام کرتے ہیں، تدریس کرتے ہیں، دعوت کا کام کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی چکا چوند کو چھوڑ کر آخرت کی کمائی کو ترجیح دی۔ یہ لوگ آج معاشرے میں مشعل راہ ہیں۔

قرآن سے تعلق: ایک زندگی بھر کا سفر

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ یہ دس ماہ کا کورس کوئی منزل نہیں، بلکہ ایک سفر کا آغاز ہے۔ یہ کورس آپ کو بنیاد دیتا ہے، آپ کو راستہ دکھاتا ہے، لیکن اصل سفر تو اس کے بعد شروع ہوتا ہے۔ قرآن کے ساتھ تعلق ایک زندگی بھر کا سفر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔

کورس مکمل ہونے کے بعد آپ کو روزانہ قرآن کی تلاوت کو اپنا معمول بنانا ہوگا۔ ہر روز کم از کم ایک پارہ ضرور پڑھیں اور اسے سمجھنے کی کوشش کریں۔ جو آیات نہ سمجھ آئیں، ان کا ترجمہ اور تفسیر دیکھیں۔ یوں آہستہ آہستہ پورے قرآن کا فہم گہرا ہوتا چلا جائے گا۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ قرآن کی تعلیمات پر عمل کریں۔ صرف پڑھنا کافی نہیں، عمل بھی ضروری ہے۔ قرآن جو احکام دیتا ہے ان پر عمل کریں، جن چیزوں سے روکتا ہے ان سے رکیں۔ یہ آسان نہیں ہوگا، نفس مقابلہ کرے گا، شیطان بہکائے گا، لیکن آپ کو مضبوطی سے قرآن کو تھامے رہنا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ دوسروں کو بھی قرآن کی طرف بلائیں۔ جو علم آپ نے حاصل کیا ہے اسے دوسروں تک پہنچائیں۔ اپنے گھر میں درس قرآن شروع کریں، دوستوں کو بھی کورس میں شرکت کی دعوت دیں، سوشل میڈیا پر قرآن کے پیغام کو پھیلائیں۔ یاد رکھیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً- ''میری طرف سے پہنچا دو اگرچہ ایک آیت ہی ہو''۔

چوتھی بات یہ ہے کہ مسلسل سیکھتے رہیں۔ قرآن ایک بحر ذخار ہے۔جس کی گہرائیاں بے پایاں ہیں۔ جتنا گہرا غوطہ لگائیں گے اتنے ہی موتی ملیں گے۔ تفاسیر پڑھیں، مختلف علما کے دروس سنیں، قرآن سے متعلق کتابیں پڑھیں۔ یہ سلسلہ زندگی بھر جاری رہنا چاہیے۔

دنیا اور آخرت میں فوائد:

اس کورس کے فوائد دنیا اور آخرت دونوں میں ہیں۔ دنیا میں تو آپ کو فوری طور پر فائدے نظر آنے لگیں گے۔ سب سے پہلا فائدہ یہ ہے کہ آپ کے دل میں سکون آجائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ''یاد رہے! اللہ کی یاد سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے''۔ جب آپ قرآن پڑھیں گے، سمجھیں گے، اس پر عمل کریں گے، تو دل کو ایک عجیب سکون ملے گا۔ یہ سکون دنیا کی کوئی چیز نہیں دے سکتی۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ آپ کی زندگی میں برکت آجائے گی۔ اللہ تعالیٰ جب راضی ہو جاتے ہیں تو وہ بندے کی زندگی میں برکت ڈال دیتے ہیں۔ وقت میں برکت، صحت میں برکت، رزق میں برکت، اولاد میں برکت- ہر چیز میں برکت ہوتی ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ پہلے جو کام چوبیس گھنٹے میں نہیں ہو پاتا تھا وہ اب آسانی سے ہو جاتا ہے۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ آپ کے مسائل حل ہونے لگیں گے۔ ہر انسان کی زندگی میں مسائل ہوتے ہیں لیکن جب آپ اللہ سے قریب ہوتے ہیں تو وہ آپ کے مسائل حل کر دیتے ہیں۔ کبھی راستہ نکال دیتے ہیں، کبھی صبر عطا فرما دیتے ہیں، کبھی بہتر متبادل دے دیتے ہیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ''جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے راستہ نکال دے گا''۔

چوتھا فائدہ یہ ہے کہ آپ کے تعلقات بہتر ہوں گے۔ قرآن کی تعلیمات پر عمل کرنے سے آپ کا خاوند یا بیوی سے تعلق بہتر ہوگا، بچوں سے تعلق بہتر ہوگا، والدین سے تعلق بہتر ہوگا، پڑوسیوں سے تعلق بہتر ہوگا۔ آپ زیادہ صابر ہوں گے، زیادہ شاکر ہوں گے، زیادہ محبت کرنے والے ہوں گے۔ لیکن اصل فائدے تو آخرت میں ہیں۔ روزِ قیامت جب سب حساب ہوگا، تب یہ کورس آپ کے کام آئے گا۔ قرآن کریم خود آپ کی شفاعت کرے گا۔ حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن قرآن آئے گا اور کہے گا: ''اے اللہ! اس نے مجھے سمجھا، مجھ پر عمل کیا، مجھے پھیلایا''۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''جاؤ، اسے جنت میں لے جاؤ''۔ یہ وہ دن ہے۔جس کے لیے ہمیں تیاری کرنی ہے۔

خواتین کے لیے خصوصی پیغام:

خواتین کے لیے یہ کورس خاص اہمیت رکھتا ہے، کیوں کہ معاشرے میں تبدیلی کی اصل کلید خواتین کے ہاتھ میں ہے۔ ایک ماں جب دین سے واقف ہو، قرآن کو سمجھتی ہو، تو وہ اپنے بچوں کی بہترین تربیت کر سکتی ہے۔ وہ انہیں بچپن سے قرآن سے جوڑ سکتی ہے، انہیں اسلامی اقدار سکھا سکتی ہے، انہیں نیک اور صالح انسان بنا سکتی ہے۔

ایک بیوی جب قرآن کو سمجھتی ہو تو وہ اپنے گھر کو جنت کا نمونہ بنا سکتی ہے۔ وہ اپنے شوہر کی بہتر رفیق حیات بن سکتی ہے، اس کی اطاعت میں اللہ کی رضا تلاش کر سکتی ہے، اسے دین کی طرف بلا سکتی ہے۔ بہت سی خواتین نے اس کورس کے بعد اپنے شوہروں کو بھی قرآن کی طرف متوجہ کیا اور پورا گھر دین پر چلنے لگا۔

ایک بیٹی جب قرآن کو سمجھتی ہو تو وہ اپنے والدین کے لیے ٹھنڈک بن سکتی ہے۔ وہ انہیں خوش رکھ سکتی ہے، ان کی خدمت کر سکتی ہے، ان کے لیے دعا کر سکتی ہے۔ شادی کے بعد وہ اپنے سسرال میں بھی نیکی کا پیغام لے کر جاتی ہے۔

ایک بہن جب قرآن کو سمجھتی ہو تو وہ اپنے بھائیوں کے لیے رول ماڈل بن سکتی ہے۔ وہ انہیں نماز کی ترغیب دے سکتی ہے، انہیں برائیوں سے روک سکتی ہے، انہیں دین کی طرف بلا سکتی ہے۔

اسی لیے انجمن خدام القرآن نے خواتین کی تعلیم پر خاص توجہ دی ہے۔ تمام مراکز میں خواتین کے لیے علیحدہ انتظامات ہیں، خواتین معاونات ہیں، پردے کا پورا خیال ہے۔ خواتین بلا کسی جھجک اور تردد کے اس کورس میں شرکت کر سکتی ہیں۔ ہزاروں خواتین اس کورس سے فیض یاب ہو چکی ہیں اور آج وہ معاشرے میں نیکی کی علمبردار ہیں۔

نوجوانوں کے لیے خصوصی پیغام:

نوجوانوں کے لیے یہ کورس زندگی کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ آج کا نوجوان ایک ایسے دور میں جی رہا ہے جہاں ہر طرف فتنے ہیں۔ انٹرنیٹ پر برائیاں، میڈیا میں بے حیائی، معاشرے میں بگاڑ- یہ سب ایک نوجوان کو گمراہ کرنے کے لیے کافی ہیں۔ ایسے میں اگر نوجوان کے پاس قرآن کا علم ہو، اسے صحیح اور غلط کی تمیز ہو، تو وہ ان فتنوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

نوجوانی وہ عمر ہے جب انسان سیکھنے کی بہترین صلاحیت رکھتا ہے۔ اس عمر میں جو کچھ سیکھا جائے وہ زندگی بھر کام آتا ہے۔ اگر آپ نوجوان ہیں تو یہ سب سے بہترین وقت ہے قرآن کو سیکھنے کا۔ یونیورسٹی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ قرآن کی تعلیم بھی حاصل کریں۔ یوں آپ دونوں دنیا کے لیے تیار ہو جائیں گے۔

بہت سے نوجوان سوچتے ہیں کہ ابھی تو ہمیں دنیا کمانی ہے، کیریئر بنانا ہے، شادی کرنی ہے، گھر بسانا ہے، دین تو بڑھاپے میں دیکھ لیں گے۔ لیکن یہ سوچ بہت خطرناک ہے۔ کون جانتا ہے کل ہو گا یا نہیں؟ موت کسی کا انتظار نہیں کرتی، اور پھر یہ کہ نوجوانی میں جو بنیاد مضبوط ہو جائے، وہی آگے کام آتی ہے۔ اگر آپ نوجوانی میں قرآن سے جڑ گئے تو پھر زندگی بھر یہ رشتہ قائم رہے گا۔

قرآن سے جڑنا کیریئر میں رکاوٹ نہیں بلکہ مددگار ہے۔ جب آپ قرآن کی تعلیمات پر عمل کریں گے تو آپ زیادہ محنتی ہوں گے، زیادہ ایماندار ہوں گے، زیادہ ذمہ دار ہوں گے۔ یہ خوبیاں آپ کو کیریئر میں کامیاب بنائیں گی۔ اللہ تعالیٰ بھی آپ کی مدد کریں گے کیوں کہ آپ ان کے قریب ہوں گے۔

بزرگوں کے لیے خصوصی پیغام:

جو حضرات ریٹائرمنٹ کی عمر کو پہنچ چکے ہیں، ان کے لیے یہ کورس زندگی کے بقیہ حصے کو معنی خیز بنانے کا بہترین موقع ہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد بہت سے لوگ بور ہو جاتے ہیں، انہیں سمجھ نہیں آتا کہ وقت کیسے گزاریں۔ بعض لوگ صرف بیٹھ کر ٹی وی دیکھتے رہتے ہیں، بعض لوگ بے مقصد ادھر ادھر گھومتے رہتے ہیں۔ لیکن اگر آپ اس وقت کو قرآن کی خدمت میں لگا دیں تو یہ آپ کی آخرت کے لیے بہترین سرمایہ بن جائے گا۔

آپ کے پاس تجربہ ہے، آپ نے زندگی دیکھی ہے، آپ کے پاس حکمت ہے۔ اگر اس کے ساتھ قرآن کا علم بھی آ جائے تو آپ معاشرے میں بہت مفید کردار ادا کر سکتے ہیں۔ آپ نوجوانوں کو راہنمائی دے سکتے ہیں، انہیں قرآن کی طرف بلا سکتے ہیں۔ آپ کی عمر، آپ کا تجربہ لوگوں کو متاثر کرتا ہے۔

بہت سے بزرگوں نے اس کورس میں شرکت کی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ کاش ہم نے یہ کام پہلے کیا ہوتا۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اب بھی کر لیا۔ اب ہماری باقی زندگی اللہ کی رضا میں گزرے گی۔ بعض بزرگوں نے تو ساٹھ ستر سال کی عمر میں بھی یہ کورس کیا اور بہترین کارکردگی دکھائی۔ عمر کوئی رکاوٹ نہیں ہے اگر ارادہ پختہ ہو۔

والدین کے لیے خصوصی پیغام :

جو حضرات اور خواتین والدین ہیں، ان کے لیے یہ کورس اپنے بچوں کی بہترین تربیت کا ذریعہ ہے۔ آج کے دور میں بچوں کی تربیت سب سے بڑا چیلنج ہے۔ ہر طرف سے برائیاں ان پر حملہ آور ہیں۔ اسکولوں میں، میڈیا میں، انٹرنیٹ پر- ہر جگہ ایسی چیزیں ہیں جو بچوں کو بگاڑ سکتی ہیں۔ ایسے میں والدین کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔

لیکن والدین اپنے بچوں کو صحیح تربیت تبھی دے سکتے ہیں جب خود دین سے واقف ہوں۔ اگر والدین قرآن نہیں سمجھتے، نماز صحیح طریقے سے نہیں پڑھتے، اسلامی اقدار سے واقف نہیں، تو وہ اپنے بچوں کو کیا سکھائیں گے، بچے تو وہی سیکھتے ہیں جو گھر میں دیکھتے ہیں۔ اگر والدین قرآن پڑھتے ہیں، نماز کا اہتمام کرتے ہیں، اسلامی اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں، تو بچے خود بخود یہ سب سیکھ لیں گے۔

اس کورس میں آپ کو وہ سب کچھ سکھایا جائے گا جو آپ کو اپنے بچوں کی تربیت کے لیے درکار ہے۔ آپ سیکھیں گے کہ قرآن کیا کہتا ہے، اسلام کی تعلیمات کیا ہیں، بچوں کو کیا سکھانا چاہیے۔ پھر آپ یہ علم اپنے بچوں تک منتقل کریں گے اور وہ نیک اور صالح انسان بنیں گے۔

بہت سے والدین نے اس کورس کے بعد اپنے گھروں میں چھوٹی چھوٹی قرآن کلاسیں شروع کیں جہاں وہ اپنے بچوں کو قرآن سکھاتے ہیں۔ بعض نے اپنے بچوں کے ساتھ مل کر قرآن کا ترجمہ پڑھنا شروع کیا۔ بعض نے گھر میں نماز باجماعت کا نظام بنایا۔ یہ چھوٹے چھوٹے اقدامات بچوں پر گہرا اثر ڈالتے ہیں اور وہ دین سے جڑ جاتے ہیں۔

کاروباری حضرات کے لیے خصوصی پیغام :

جو حضرات کاروبار کرتے ہیں، ان کے لیے قرآن کی تعلیمات خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ آج کل کاروبار میں دھوکہ، فریب، جھوٹ، سود، رشوت- یہ سب عام ہو گئے ہیں۔ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ ان چیزوں کے بغیر کاروبار نہیں چل سکتا۔ لیکن یہ غلط ہے۔ قرآن کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے بھی کامیاب کاروبار کیا جا سکتا ہے، بلکہ زیادہ کامیاب کاروبار کیا جا سکتا ہے۔

جب آپ ایمانداری سے کاروبار کریں گے، لوگوں کو دھوکہ نہیں دیں گے، صحیح قیمت لیں گے، معیاری چیز فراہم کریں گے، تو لوگوں کا اعتماد قائم ہو گا۔ آپ کی ساکھ بنے گی۔ لوگ بار بار آپ کے پاس آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ بھی برکت دیں گے اور آپ کا کاروبار ترقی کرے گا۔

اس کورس میں آپ کو حلال و حرام کی تفصیلات سکھائی جائیں گی۔ آپ سیکھیں گے کہ سود کیا ہے اور کیوں حرام ہے۔ آپ سیکھیں گے کہ دھوکہ دینا کیوں گناہ ہے۔ آپ سیکھیں گے کہ اسلامی طریقے سے کاروبار کیسے کیا جائے۔ یہ علم آپ کے کاروبار کو حلال اور بابرکت بنا دے گا۔

بہت سے کاروباری حضرات نے اس کورس کے بعد اپنے کاروبار میں اسلامی اصولوں کو لاگو کیا اور انہوں نے دیکھا کہ نہ صرف ان کا کاروبار بہتر ہوا بلکہ دل کو بھی سکون ملا۔ پہلے جو بے چینی تھی، جو خوف تھا کہ یہ مال حرام تو نہیں، وہ ختم ہو گیا۔ اب وہ اطمینان سے کاروبار کرتے ہیں کہ یہ اللہ کی رضا کے مطابق ہے۔

اساتذہ کے لیے خصوصی پیغام :

جو حضرات تدریسی پیشے سے وابستہ ہیں، ان کے لیے قرآن کا علم دوہرا فائدہ رکھتا ہے۔ ایک تو آپ خود فائدہ اٹھائیں گے، دوسرا آپ اپنے طلبہ کو بھی فائدہ پہنچا سکیں گے۔ استاد معاشرے میں بہت اہم کردار رکھتا ہے۔ وہ نہ صرف علم دیتا ہے بلکہ اخلاق اور کردار کی تعمیر میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔

جب آپ خود قرآن سے واقف ہوں گے تو آپ اپنی کلاس میں بھی قرآنی اقدار کو فروغ دے سکیں گے۔ آپ اپنے طلبہ کو ایمانداری، محنت، انصاف، رحم دلی جیسی صفات سکھا سکیں گے۔ آپ ان میں اللہ کا خوف پیدا کر سکیں گے جو ہر برائی سے روکتا ہے۔

آج کل اسکولوں اور کالجوں میں بہت سے مسائل ہیں۔ طلبہ میں نظم و ضبط نہیں، اخلاق کی کمی ہے، غلط راستوں پر چلنے کا رجحان ہے۔ ایک استاد جو قرآن سے واقف ہو، وہ ان مسائل کو حل کرنے میں بہت بڑا کردار ادا کر سکتا ہے۔ وہ اپنے طلبہ کو صحیح راستہ دکھا سکتا ہے۔

بہت سے اساتذہ نے اس کورس کے بعد اپنی تدریس کے انداز میں تبدیلی لائے۔ انہوں نے اپنے مضامین میں اسلامی نقطہ نظر شامل کیا۔ انہوں نے اپنے طلبہ سے تعلق میں قرآنی اخلاق کو اپنایا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے طلبہ بھی بہتر ہوئے اور ان کی تدریس بھی زیادہ موثر ہوگئی۔

ڈاکٹرز اور طبی عملے کے لیے خصوصی پیغام:

جو حضرات طبی پیشے سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے لیے قرآن کی تعلیمات خاص اہمیت رکھتی ہیں، کیوں کہ وہ انسانوں کی خدمت کرتے ہیں۔ قرآن میں انسان کی عزت و تکریم کا بہت زیادہ ذکر ہے۔ جب آپ قرآن کو سمجھیں گے تو آپ کو احساس ہوگا کہ مریض کی خدمت کرنا دراصل اللہ کی عبادت ہے۔

آج کل طبی پیشے میں بہت سے مسائل ہیں۔ بعض ڈاکٹرز صرف پیسے کمانے کے بارے میں سوچتے ہیں، غریب مریضوں سے بہت زیادہ فیس لیتے ہیں، غیر ضروری ٹیسٹ تجویز کرتے ہیں۔ لیکن جب آپ قرآن کی تعلیمات پر عمل کریں گے تو آپ ایسا نہیں کریں گے۔ آپ مریضوں کے ساتھ ہمدردی سے پیش آئیں گے، غریبوں کا مفت علاج کریں گے، ضرورت مند لوگوں کی مدد کریں گے۔

قرآن میں اخلاق کی بہت تعلیم ہے۔ صبر، حلم، رحم، انصاف- یہ سب ایک ڈاکٹر کے لیے بہت ضروری صفات ہیں۔ جب آپ ان صفات کو اپنائیں گے تو آپ ایک بہتر ڈاکٹر بنیں گے اور لوگوں میں آپ کی عزت بڑھے گی۔

سماجی کارکنوں کے لیے خصوصی پیغام:

جو لوگ سماجی خدمت کا کام کرتے ہیں، این جی اوز میں کام کرتے ہیں، یا کسی بھی طرح سے لوگوں کی بہبود کے کام میں مصروف ہیں، ان کے لیے قرآن سب سے بڑی رہنما کتاب ہے۔ قرآن نے انسانیت کی خدمت کو بہت بڑی عبادت قرار دیا ہے۔ لیکن یہ خدمت محض دنیوی مقاصد کے لیے نہیں، بلکہ اللہ کی رضا کے لیے ہونی چاہیے۔

جب آپ قرآن کو سمجھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اسلام نے معاشرتی انصاف، غربت کے خاتمے، یتیموں کی پرورش، بیواؤں کی مدد، مسافروں کی خدمت- ان سب کو بہت اہمیت دی ہے۔ لیکن اسلام نے یہ بھی بتایا ہے کہ یہ سب کام کیسے کیے جائیں، کن اصولوں کے تحت کیے جائیں۔

بہت سے سماجی کارکن اس کورس کے بعد اپنے کام میں اسلامی نقطہ نظر کو شامل کرتے ہیں اور پھر ان کا کام زیادہ موثر ہوتا ہے۔ وہ صرف مادی امداد نہیں دیتے، بلکہ روحانی رہنمائی بھی دیتے ہیں۔ وہ لوگوں کو اللہ سے جوڑتے ہیں، انہیں صبر کی تلقین کرتے ہیں، انہیں امید دلاتے ہیں۔

طلبہ و طالبات کے لیے خصوصی پیغام:

جو طلبہ و طالبات ابھی تعلیم کے مراحل میں ہیں، ان کے لیے یہ زریں موقع ہے۔ یہ وہ عمر ہے جب ذہن تازہ ہوتا ہے، سیکھنے کی صلاحیت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اگر اس عمر میں قرآن کو سمجھ لیا جائے تو پھر پوری زندگی یہ علم کام آتا ہے۔

آج کل یونیورسٹیوں میں بہت سے فتنے ہیں۔ سیکولرازم، لبرلزم، الحاد- یہ سب نوجوان ذہنوں کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر آپ کے پاس قرآن کا علم ہو تو آپ ان تمام فتنوں کا جواب دے سکتے ہیں۔ آپ اپنے ایمان کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ بعض طلبہ کہتے ہیں کہ ہمیں وقت نہیں ملتا، ہم تو

پڑھائی میں مصروف ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آپ کی اصل پڑھائی کیا ہے، وہ جو دنیا کمانے کے لیے ہے یا وہ جو آخرت بنانے کے لیے ہے، دونوں ضروری ہیں لیکن اولیت آخرت کو دینی چاہیے۔ اور پھر یہ کہ جب آپ اللہ کے قریب ہوں گے تو وہ آپ کی دنیوی تعلیم میں بھی برکت دیں گے۔

فیصلہ آج کریں:

عزیز قارئین! آپ نے یہ پورا مضمون پڑھ لیا ہے۔ اب فیصلے کا وقت ہے۔ آپ کے سامنے دو راستے ہیں: ایک یہ کہ آپ یہ مضمون پڑھ کر بھول جائیں، زندگی ویسے ہی چلتی رہے جیسے چل رہی تھی۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ آپ فیصلہ کر لیں کہ ہاں، میں نے اپنی زندگی بدلنی ہے، میں نے قرآن کو سمجھنا ہے۔

اگر آپ نے دوسرا راستہ چنا ہے تو پھر دیر نہ کریں۔ ابھی، اسی وقت، فون اٹھائیں اور اپنے قریب ترین مرکز سے رابطہ کریں۔ اپنا نام رجسٹر کروائیں۔ 5 اپریل 2026 کو تقریب میں شرکت کریں اور 6 اپریل سے کورس شروع کر دیں۔

یاد رکھیں، یہ صرف دس ماہ کی بات ہے۔ آپ کی زندگی میں دس ماہ کیا ہیں، لیکن یہ دس ماہ آپ کی پوری زندگی بدل سکتے ہیں۔ یہ دس ماہ آپ کی آخرت بنا سکتے ہیں۔ یہ دس ماہ آپ کو اللہ کا محبوب بندہ بنا سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ [الانفال: 24] ''اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی دعوت پر لبیک کہو جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی عطا کرے''۔

یہ دعوت ہے زندگی کی طرف۔ اصل زندگی قرآن کے ساتھ ہے۔ آئیے! اس زندگی کو قبول کریں۔

آج ہی اپنے قریبی مرکز سے رابطہ کریں اور اپنی رجسٹریشن کروائیں۔ یہ فیصلہ آپ کی نسلوں کے ایمان کی حفاظت کا ضامن ہو سکتا ہے۔

قرآن اکیڈمی ڈیفنس: فون 4-35340022 -021، موبائل 3088689 -0334

قرآن اکیڈمی کورنگی: فون 36806561 -021، موبائل 7292223 -0331

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد: فون 35074664 -021، موبائل 0200999 -0332

قرآن انسٹیٹیوٹ بحریہ ٹاؤن: موبائل 3145800 -0333، 3318050 -0335

قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر: فون 34030119 -021، موبائل 4030115 -0333

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد، حیدر آباد: فون 3407694 -022، موبائل 2701363 -0345

آپ انجمن کی ویب سائٹ پر بھی جا سکتے ہیں جہاں مزید معلومات دستیاب ہیں۔ فیس بک، یوٹیوب، اور دیگر سوشل میڈیا پر بھی انجمن کے صفحات موجود ہیں جہاں سے آپ رابطہ کر سکتے ہیں۔

یاد رکھیں:

تقریب تقسیم اسناد و تعارف: 5 اپریل 2026 (ہفتہ)

کورس کا آغاز: 6 اپریل 2026 (اتوار)

مدت: تقریباً 10 ماہ

فیس: بالکل مفت

اوقات: پیر تا جمعرات: 8:45 صبح تا 1:00 دوپہر، جمعہ: 8:45 صبح تا 12:00 دوپہر۔

رجوع الی القرآن کورس

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فکری و دعوتی

محمد حاذق

سابق طالب علم، رجوع الی القرآن کورس سال اول

عصرِ حاضر میں امت مسلمہ فکری، عملی اور اخلاقی زوال کا شکار ہے۔ اس کی بنیادی وجہ قرآن مجید سے دوری ہے۔ اس حقیقت کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے معروف اسلامی مفکر، داعیٔ قرآن اور بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع الی القرآن کو اپنی دعوت کا مرکز و محور بنایا۔ آپ کو یقین تھا کہ جب تک مرد، معاشرہ اور اُمت قرآن کی طرف حقیقی معنوں میں رجوع نہیں کرتی، اس وقت تک اصلاحِ احوال اور انقلابِ اسلامی محض ایک خواب ہی رہے گا۔

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع الی القرآن کورس اسی مقصد کے تحت شروع کیا کہ عام مسلمان کو قرآن مجید سے شعوری تعلق حاصل ہو، دین کو محض رسومات کے بجائے ایک مکمل نظامِ حیات کے طور پر سمجھا جائے اور افراد کے اندر دینی ذمہ داری کا احساس بیدار ہو۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ [بنی اسرائیل: 9] ''بے شک یہ قرآن وہ راہ بتاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے۔''

رجوع الی القرآن کورس کی سب سے بڑی افادیت یہ ہے کہ یہ طالب علم کی فکری اصلاح کرتا ہے۔ یہ کورس انسان کو یہ شعور عطا کرتا ہے کہ قرآن صرف تلاوت کی کتاب نہیں، بلکہ ہدایت، قانون، اخلاق اور جدوجہد کا سرچشمہ ہے۔ اس کورس کے ذریعے دین کی جامع تصویر سامنے آتی ہے۔ جس سے ایمان مضبوط اور عمل میں سنجیدگی پیدا ہوتی ہے۔

اس کورس کا نصاب نہایت متوازن اور ہمہ گیر ہے، جس میں دینی علوم کے تمام بنیادی پہلوؤں کو شامل کیا گیا ہے۔ اس نصاب پر مجمل تبصرہ درج ذیل ہے:

- بیان القرآن (ڈاکٹر اسرار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ):-

قرآن مجید کا فہم، مرکزی مضامین، دعوت قرآنی اور قرآن مجید کا ترجمہ مع مختصر تفسیر، جو سامعین کے قلوب کے تصفیے، نفوس کے تزکیے اور ارواح کے تجلیے کا بہترین سامان ہے۔

- منتخب نصاب:-

قرآن مجید کے منتخب حصوں کا گہرے فہم کے ساتھ مطالعہ، جس سے قرآن کے مزاج اور پیغام کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

- عربی گرامر:-

قرآن مجید کو اس کی اصل زبان میں سمجھنے کے لیے صرف و نحو کی بنیادی تعلیم، تاکہ فہمِ قرآن بطریقِ تذکر کے لیے ترجمہ پر مکمل انحصار نہ رہے۔

- تجوید:

قرآن مجید کے ایک ایک حرف کو اس کے صحیح مخرج اور صفات کے ساتھ پڑھنے کی تربیت، کیوں کہ قرآن ہمیں خود حکم دیتا ہے: وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا [المزمل: 4] ''اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔''

- حدیث و سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:-

سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہمیت، حدیث کا تعارف اور عملی زندگی میں اس کے اطلاق سمیت منتخب احادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالعہ۔

• سیرت النبی ﷺ :-

حضرت محمد ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کی تدریس بطور عملی نمونہ، کیوں کہ قرآن فرماتا ہے : لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [الاحزاب: 21]— یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں اچھا نمونہ ہے۔

• سیرتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین :-

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانیاں، کرداراور انقلابی جدوجہد کے احوال، جوآج کے دور میں مشعل راہ ہیں۔

• فقہ :- روزمرہ کے مسائل، عبادات، معاملات میں شرعی رہنمائی تاکہ عمل صحیح علم کی بنیاد پر ہو۔

• خصوصی محاضرات برائے فکرِ اسلامی :-

جدید فکری چیلنجز، دینِ اسلام کا جامع تصور، اور فکرِ اسلامی پر مشتمل لیکچرز، جس سے طالب علم فکری طور پر مضبوط ہوتا ہے۔

غرض رجوع الی القرآن کورس کا پورا اسٹرکچر نہایت منظم، تدریجی اور تربیت پر مبنی ہے۔ ایک سال کی مدت میں طالبِ علم علمی، فکری اور عملی مراحل سے گزرتا ہے۔ اساتذہ کی مسلسل رہنمائی، دروس کا تسلسل اور علمی ماحول طالب علم کو دین کے ساتھ جوڑے رکھتا ہے۔

رجوع الی القرآن کورس نے میری زندگی میں جو سب سے بڑی تبدیلی پیدا کی وہ یہ ہے کہ زندگی کو محض دنیاوی مشاغل کا مجموعہ سمجھنے کے بجائے ایک واضح مقصد کے تحت جینے کا شعور ملا۔ قرآن مجید سے فکری اور قلبی تعلق مضبوط ہوا، عبادات میں یکسوئی، معاملات میں دیانت اور اخلاق میں نرمی پیدا ہوئی۔ اس کورس نے یہ احساس اُجاگر کیا کہ ایک مسلمان کی اصل کامیابی اللہ کی بندگی میں ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے :- قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا [الشمس: 9] بے شک وہ کامیاب ہوا جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا۔

اساتذہ کرام کا اخلاص، دردِ دل اور دعوتی جذبہ اس کورس کی روح ہے۔ ان کی صحبت، علم کے ساتھ ساتھ عمل کی ترغیب دیتی ہے۔ ہم جماعت طلبہ کے ساتھ گزارے ہوئے لمحات اس کورس کی ایک عظیم نعمت تھی۔ مختلف مزاج اور پسِ منظر رکھنے کے باوجود قلوب ایک مقصد پر جمع تھے۔ باہمی مشاورت، علمی گفتگو، ایک دوسرے کی اصلاح، حوصلہ افزائی اور اخوت کا ماحول ایک زندہ حقیقت بن گیا۔ یہ رفاقت اس قرآنی اعلان کی عملی تصویر تھی، جسے قرآن مجید میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا : إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ [الحجرات: 10] ''(یادرکھو) سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔''

کورس اور اس سے وابستہ یادیں دل کے نہایت قریب ہیں۔ کلاس میں بیٹھ کر قرآن پر تدبر کرنا، اساتذہ کے پُراثر بیانات سننا، نوٹس بنانا اور بعض آیات پر دل کا لرز جانا، یہ سب لمحات محض یادیں نہیں، بلکہ روحانی تربیت کے سنگ میل تھے۔ یہ وہ اوقات تھے جب علم صرف ذہن تک محدود نہیں رہتا تھا، بلکہ دل میں اُتر کر عمل کا تقاضا کرنے لگتا تھا۔ یہ رفاقت اور یہ لمحات محض ایک سال تک محدود نہیں رہے، بلکہ پوری زندگی کے لیے ایک قیمتی سرمایہ بن گئے، جو دین پر ثابت قدم رہنے کی مسلسل ترغیب دیتے رہیں گے۔

بلاشبہ رجوع الی القرآن کورس ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس دردِدل کا عملی اظہار ہے جو انہوں نے امت کو قرآن کی طرف پلٹانے کے لیے ساری زندگی محسوس کیا۔ یہ کورس ہمیں یاد دلاتا ہے کہ عزت، نجات اور کامیابی کا واحد راستہ اللہ کی کتاب سے وابستگی میں ہے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے :-

إِنَّ اللهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَ يَضَعُ بِهِ آخَرِينَ (مسلم، رقم الحديث: 1897) ''بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن) کے ذریعے بہت سے لوگوں کو اونچا کرتا ہے اور بہت سے لوگوں کو اس کے ذریعے سے نیچے گراتا ہے۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس عظیم علمی و دعوتی کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے، انجمن خدام القرآن، اساتذہ کرام اور تمام منتظمین کی مساعی کو بار آور کرے اور ہمیں قرآن کا سچا طالب علم، عامل اور داعی بنائے۔

اللّٰهُمَّ اجْعَلِ الْقُرْآنَ رَبِيعَ قُلُوبِنَا وَنُورَ صُدُورِنَا وَاهْدِنَا بِهِ إِلَى صِرَاطِكَ الْمُسْتَقِيمِ ''اے اللہ قرآن مجید کو ہمارے دلوں کی بہار بنادے، ہمارے سینوں کا نور بنادے، اور ہمیں اس کے ذریعے اپنے سیدھے راستے کی طرف ہدایت عطا فرما۔'' آمین یارب العالمین!

رمضان المبارک

انسان کی ہمہ جہت اصلاح کا الٰہی نظام

فاروق احمد

استاذ قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

رمضان المبارک اسلامی تقویم کا وہ عظیم اور بابرکت مہینہ ہے جو انسان کی زندگی میں محض وقتی تبدیلی نہیں، بلکہ دیرپا اصلاح کا ذریعہ بننے کی مکمل صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ مہینہ عبادات کی کثرت، نیکی کے مواقع اور روحانی فضا کے اعتبار سے تو ممتاز ہے ہی، لیکن اس کی اصل اہمیت اس جامع تربیتی نظام میں ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے انسان کو عطا فرمایا ہے۔ رمضان درحقیقت انسان کی روحانی، نفسیاتی، اخلاقی، سماجی اور عملی زندگی—سب کی اصلاح کا ایک مربوط نصاب ہے۔

لفظ ''رمضان'' کے معنی میں جو تپش اور جھلسا دینے کا مفہوم چھپا ہے، وہ دراصل اس عمل کی عکاسی کرتا ہے جس سے ایک مومن اس ماہ میں گزرتا ہے۔ جس طرح آگ سونے کو تپا کر اس کی میل کچیل دور کر دیتی ہے، اسی طرح یہ مہینہ انسان کے گناہوں اور نفسانی غلاظتوں کو جلا کر اسے کندن بنا دیتا ہے۔ اگر ہم رمضان کو صرف بھوک اور پیاس کے ایک تجربے تک محدود کر دیں، تو ہم اس کی اس گہرائی اور وسعت سے محروم رہ جائیں گے جو ہماری ہمہ جہت اصلاح کے لیے رکھی گئی ہے۔

اگر رمضان کو صرف بھوک، پیاس اور چند اضافی عبادات تک محدود کر دیا جائے تو اس کی وسعت اور گہرائی سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ مہینہ انسان کو اپنی ذات کے اندر جھانکنے، اپنے طرزِ زندگی کا محاسبہ کرنے اور اللہ کی ہدایت کے مطابق خود کو ڈھالنے کی دعوت دیتا ہے۔

تیاری کا مرحلہ: فکری اور عملی آمادگی

کامیابی ہمیشہ بہترین منصوبہ بندی اور پیشگی تیاری میں پوشیدہ ہوتی ہے۔ رمضان کا استقبال کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے آنے سے پہلے ہی دل کی زمین کو توبہ و استغفار سے نرم کر لیا جائے۔ سلف کا طریقہ رہا ہے کہ وہ اس مبارک مہینے کی برکتیں سمیٹنے کے لیے پہلے سے ہی اپنے معمولات کو ترتیب دینا شروع کر دیتے تھے۔ شعبان کا مہینہ دراصل اسی تیاری کا مقدمہ ہے، جہاں انسان اپنے اعمال کا جائزہ لیتا ہے اور اپنی روح کو اس بڑی روحانی مہم کے لیے تیار کرتا ہے جو رمضان کی صورت میں سامنے آنے والی ہے۔

رمضان کی اساس: قرآنِ مجید سے زندہ تعلق

قرآنِ مجید رمضان المبارک کی اصل بنیاد کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہے: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ۚ [البقرة: 185]

یہ آیت اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ رمضان کی اصل عظمت صرف روزے کی مشقت میں ہی نہیں، بلکہ نزولِ قرآن میں بھی ہے۔ قرآن وہ کتاب ہے جو انسان کو زندگی کا مقصد، راستہ اور معیار عطا کرتی ہے۔ رمضان میں روزہ، قیام، دعا اور دیگر عبادات دراصل انسان کو اس قابل بناتی ہیں کہ وہ قرآن کے پیغام کو سنجیدگی سے سمجھے، دل میں اتارے اور اپنی عملی زندگی میں نافذ کرے۔ روزہ دراصل انسانی قلب کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ قرآن کے پیغام کو سنجیدگی سے جذب کر سکے۔ اگر اس مہینے میں قرآن کے ساتھ ہمارا تعلق محض الفاظ کی تلاوت تک رہا اور اس کے پیغام پر غور و فکر شامل نہ ہوا، تو ہم اس حقیقی نور سے محروم رہیں گے جو ہماری سوچ اور عمل کو تبدیل کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ رمضان کا تقاضا یہ ہے کہ ہم قرآن

کو ایک زندہ کتاب کے طور پر سمجھیں اور اسے اپنی زندگی کا دستور العمل بنائیں۔

اگر قرآن کے ساتھ تعلق محض تلاوت یا رسم تک محدود رہے اور فہم و تدبر شامل نہ ہو، تو رمضان اپنی اصل روح سے خالی ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مہینے میں قرآن کے ساتھ شعوری اور فکری تعلق قائم کرنا بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

روحانی پہلو: اللہ سے تعلق کی تجدید

رمضان المبارک انسان کے روحانی وجود کو بیدار کرتا ہے۔ روزہ بندے کو ہر لمحہ یہ احساس دلاتا ہے کہ وہ اللہ کی نگرانی میں ہے۔ بھوک اور پیاس انسان کو اپنی کمزوری اور محتاجی کا احساس دلاتی ہیں، اور یہی احساس اسے اپنے رب کے سامنے عاجز بناتا ہے۔

اس مہینے میں دعا کا ذوق بڑھتا ہے، نماز میں خشوع پیدا ہوتا ہے اور توبہ و استغفار کی طرف دل مائل ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ گناہوں سے نفرت اور نیکی سے رغبت پیدا ہونے لگتی ہے۔ یہ سب روحانی بیداری کی علامات ہیں، جو رمضان کے ذریعے انسان کے دل میں زندہ ہوتی ہیں۔ اگر یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو سمجھنا چاہیے کہ رمضان نے اپنا بنیادی کام شروع کر دیا ہے۔

نفسیاتی پہلو: ضبطِ نفس اور ذہنی توازن

رمضان المبارک انسان کی نفسیاتی تربیت بھی کرتا ہے، جو جدید دور میں غیر معمولی اہمیت اختیار کر چکی ہے۔ روزہ انسان کو خواہشات پر قابو پانے، فوری تسکین کو مؤخر کرنے اور صبر و تحمل اختیار کرنے کی عملی مشق کراتا ہے۔

بھوک انسان کو برداشت سکھاتی ہے، پیاس ضبط عطا کرتی ہے، اور خواہش پر کنٹرول انسان کو ذہنی مضبوطی بخشتا ہے۔ روزے کی حالت میں غصے کو روکنا، اشتعال سے بچنا اور نرم رویہ اختیار کرنا ایک مسلسل تربیتی عمل ہے۔ یہی نفسیاتی مضبوطی انسان کو زندگی کے دباؤ، آزمائشوں اور مشکلات کا سامنا کرنے کے قابل بناتی ہے۔

آج کے جدید دور میں انسان اپنی خواہشات اور 'فوری تسکین' کا غلام بن چکا ہے۔ رمضان ہمیں 'ذاتی نظم و ضبط' سکھاتا ہے۔ حلال چیزوں کو اللہ کے ایک اشارے پر چھوڑ دینا دراصل اس بات کی تربیت ہے کہ انسان اپنی جبلتوں پر قابو پانا سیکھ لے۔

اسی طرح، اس دور کا ایک بڑا فتنہ سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل آلات کا بے جا استعمال ہے جو ہماری یکسوئی کو چھین لیتا ہے۔ اس رمضان میں ''ڈیجیٹل روزے'' کی اشد ضرورت ہے، تاکہ ہم اپنی آنکھوں اور کانوں کو فضولیات سے بچا کر وہ ذہنی سکون حاصل کر سکیں جو ذکرِ الٰہی اور خود احتسابی کے لیے لازمی ہے۔

اخلاقی پہلو: کردار سازی اور باطنی تطہیر

رمضان المبارک اخلاقی اصلاح کا مہینہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے واضح فرمایا کہ اگر انسان جھوٹ، غیبت اور برے اعمال نہیں چھوڑتا تو محض بھوکا پیاسا رہنے کی اللہ کو کوئی حاجت نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزے کا اصل مقصد اخلاقی تطہیر ہے۔

رمضان انسان سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ اپنی زبان کی حفاظت کرے، جھوٹ، غیبت، چغلی اور فضول گفتگو سے بچے، اپنی نگاہ کو حرام مناظر سے محفوظ رکھے اور اپنے معاملات میں دیانت داری اختیار کرے۔ اسی طرح دل کے اندر موجود حسد، کینہ، تکبر اور ریا جیسے امراض پر بھی قابو پانے کی کوشش کی جائے۔ یہی وہ اخلاقی تبدیلی ہے جو رمضان کو محض ایک عبادت نہیں، بلکہ کردار سازی کا مہینہ بناتی ہے۔

دنیاوی پہلو: ذمہ دارانہ اور باوقار طرزِ زندگی

رمضان یہ تعلیم نہیں دیتا کہ انسان دنیا چھوڑ دے، بلکہ یہ سکھاتا ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے اللہ کا فرمانبردار بندہ کیسے بنا جائے۔ روزے کی حالت میں ملازمت، تجارت یا دیگر دنیاوی ذمہ داریاں پوری دیانت داری اور محنت کے ساتھ ادا کرنا بذاتِ خود عبادت بن جاتا ہے۔

کام میں کوتاہی نہ کرنا، وقت کی پابندی، وعدوں کی پاسداری اور لوگوں کے حقوق کا خیال رکھنا رمضان کی عملی تعلیمات میں شامل ہے۔ اس مہینے میں انسان سیکھتا ہے کہ عبادت اور دنیاوی ذمہ داریاں ایک دوسرے کی ضد نہیں، بلکہ ایک دوسرے کی تکمیل ہیں۔

اخلاقی ارتقا: کردار سازی کا مدرسہ

حقیقی روزہ صرف پیٹ کا نہیں ہوتا، بلکہ یہ انسان کے تمام اعضا کا روزہ ہے۔ اگر انسان روزے کی حالت میں بھی جھوٹ، غیبت، بدگوئی اور بددیانتی

سے نہیں بچتا، تو اس کی بھوک اور پیاس بے معنی ہو جاتی ہے۔ رمضان ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم اپنی زبان کی حفاظت کریں، اپنے غصے پر قابو پائیں اور اپنے معاملات میں شفافیت اختیار کریں۔ یہی وہ اخلاقی تبدیلی ہے جو رمضان کو ایک عبادت سے بڑھ کر کردار سازی کا ایک مؤثر ذریعہ بناتی ہے۔

دن کا روزہ، رات کا قیام اور فہمِ قرآن

رمضان المبارک کی تربیت دن اور رات کے حسین امتزاج سے مکمل ہوتی ہے۔ دن کا روزہ انسان کے نفس کو قابو میں لاتا ہے، اس کی خواہشات کو محدود کرتا ہے اور اسے تقویٰ کی عملی مشق فراہم کرتا ہے۔ اس کے برعکس رات کا قیام انسان کو سکون، یکسوئی اور غور و فکر کا موقع دیتا ہے۔

رمضان کی راتیں، خصوصاً تراویح اور قیام اللیل، قرآنِ مجید کو سمجھنے کے لیے نہایت موزوں ہیں۔ دن بھر کی مصروفیات کے بعد رات کا وقت انسان کو اپنے رب کے کلام پر تدبر کی صلاحیت عطا کرتا ہے۔ عام مسلمان کے لیے یہ ایک بابرکت عمل ہے کہ وہ رمضان میں ترجمہ کے ساتھ پورے قرآنِ مجید سے گزرنے کی کوشش کرے تاکہ اسے قرآن کے مجموعی پیغام کا فہم حاصل ہو۔ اہلِ علم اور طلبۂ دین کے لیے یہ مہینہ تفسیر، درسِ قرآن اور منظم مطالعے کا سنہری موقع ہے۔

اسی مقصد کے تحت رمضان المبارک میں پاکستان کے مختلف شہروں میں تنظیمِ اسلامی کے زیرِ اہتمام دورۂ ترجمۂ قرآن کی محافل منعقد ہوتی ہیں، جہاں قرآن کے پیغام کو سادہ مگر مربوط انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ جن حضرات کے لیے ممکن ہو، وہ ان محافل میں شرکت کر کے قرآن فہمی کے اس اجتماعی نظم سے بھرپور فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

سماجی پہلو: ہمدردی، مواسات اور اجتماعی اصلاح

رمضان المبارک انسان کو معاشرے سے جوڑتا ہے۔ بھوک اور پیاس غریبوں اور محتاجوں کے حالات کا عملی احساس دلاتی ہے،، جس کے نتیجے میں دل میں ہمدردی اور ایثار کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ یہی جذبہ زکوٰۃ، صدقہ فطر، افطار کروانے اور محتاجوں کی مدد کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

رمضان صلہ رحمی، پڑوسیوں کے حقوق اور معاشرتی ذمہ داریوں کی یاد دہانی بھی کراتا ہے۔ یہ مہینہ ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کا ذریعہ بنتا ہے جس کی بنیاد ہمدردی، عدل اور خیر خواہی پر ہو۔ زکوٰۃ، صدقات اور افطار کے ذریعے دوسروں کی مدد کرنا محض ایک مالی تعاون نہیں، بلکہ یہ ایک ہمدرد اور عادلانہ معاشرے کی تشکیل کی مشق ہے۔ صلہ رحمی اور پڑوسیوں کے حقوق کا خیال رکھنا اس مہینے کی وہ عملی تعلیمات ہیں جو ہمارے سماجی رشتوں کو مضبوط کرتی ہیں۔

آخری عشرہ: روحانی عروج اور تجدیدِ عہد

رمضان کا آخری عشرہ عبادت اور توجہ کا نقطۂ عروج ہے۔ اعتکاف کے ذریعے انسان دنیاوی مصروفیات سے وقتی کنارہ کشی اختیار کر کے مکمل طور پر اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ شبِ قدر اسی عشرے میں تلاش کی جاتی ہے، جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور انسان کو نئی روحانی زندگی عطا کرنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔

رمضان کے بعد: قبولیت کا اصل معیار

رمضان کی کامیابی کا اصل پیمانہ یہ ہے کہ اس کے اثرات باقی رہیں۔ اگر رمضان کے بعد نماز کی پابندی، قرآن سے تعلق، اخلاقی بہتری اور گناہوں سے اجتناب برقرار رہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ رمضان نے اپنا مقصد پورا کر دیا۔ بصورتِ دیگر یہ لمحۂ فکریہ ہے کہ کہیں یہ مہینہ محض رسمی طور پر تو نہیں گزار دیا گیا۔

اختتامیہ

رمضان المبارک انسان کی ہمہ جہت اصلاح کا مہینہ ہے — روحانی بھی، نفسیاتی بھی، اخلاقی بھی اور عملی بھی۔ یہ مہینہ انسان کو قرآن سے جوڑتا ہے، نفس کی تربیت کرتا ہے اور زندگی کو اللہ کی بندگی کے سانچے میں ڈھالنے کی دعوت دیتا ہے۔ جو شخص اس مہینے کو شعور، فہم اور اخلاص کے ساتھ گزار لے، اس کی زندگی میں حقیقی اور دیرپا تبدیلی آنا ناگزیر ہے۔ یہی رمضان کا پیغام ہے اور یہی اس کی اصل کامیابی۔

(جاری ہے۔۔۔)

ماہانہ رپورٹ برائے آئینۂ انجمن

قرآن اکیڈمی ڈیفنس

رجوع الی القرآن کورس میں 23 حضرات اور 24 خواتین جب کہ آن لائن شرکت کرنے والوں کی تعداد 35 ہے۔ رجوع الی القرآن کورس کے تحت ''تزکیہ نفس'' (استاذ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب)، ''اجتماعیت اور بیعت کی اہمیت'' (استاذ محمد ہاشم صاحب)، ''اسلامک سافٹ ویئرز کا تعارف'' (استاذ محمد نعمان صاحب) اور ''گھر میں دعوت کا کام کیسے'' (استاذ ڈاکٹر انوار علی صاحب) کے موضوع پر خصوصی لیکچرز منعقد ہوئے۔

الحمد للہ مؤرخہ 29 جنوری 2026ء بروز جمعرات رجوع الی القرآن کورس کے 32 ویں بیچ کا اختتام ہوا۔ آخری دن مدیرِ ادارہ نے طلبہ کے سامنے آئندہ کے لائحہ عمل پر خصوصی گفتگو فرمائی۔

مدرسے کے تمام کُل وجزوقتی شعبہ جات (حفظ، قاعدہ، ناظرہ) میں معمول کے مطابق کلاسز کا انعقاد جاری ہے۔ مدرسہ کے تمام شعبہ جات میں سالانہ امتحانات کا انعقاد مؤرخہ 8 جنوری 2026ء بروز جمعرات کیا گیا۔

11 جنوری 2026ء کو وفاق المدارس کے تحت منعقد ہونے والے حفظ کے سالانہ امتحان میں 15 طلبہ نے شرکت کی۔

شعبہ خواتین میں ماہِ اگست 2025ء سے روزانہ سہ پہر 3:00 تا 5:00 بجے مختصر دینی کورسز اختتام پذیر ہوئے، جبکہ رمضان المبارک کے بعد نئے کورسز کا آغاز کیا جائے گا۔ اسی طرح شعبہ خواتین میں دن کے اوقات میں دورہ ترجمہ قرآن کے پروگرام کا آغاز مؤرخہ 11 فروری 2026ء بروز بدھ سے کیا جا رہا ہے۔

7 فروری 2026ء بروز ہفتہ مدرسے کے شعبہ بنات کی سالانہ تقریبِ تقسیم اسناد و دستار بندی منعقد ہوئی، جس میں سالانہ امتحان میں کامیابی حاصل کرنے والی طالبات کو سرٹیفکیٹس اور شیلڈز سے نوازا گیا۔

ان شاء اللہ 14 فروری 2026ء بروز ہفتہ مدرسے کے شعبہ بنین کی سالانہ تقریبِ تقسیم اسناد و دستار بندی منعقد کی جائے گی، جس میں 21 طلبہ کرام کو تکمیلِ حفظ کی سند دی جائے گی اور ساتھ ہی ساتھ ان کی دستار بندی بھی کی جائے گی۔

رواں ماہ مسجد میں پہلا، تیسرا اور پانچواں جمعہ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب جب کہ دوسرا اور چوتھا جمعہ محمد سہیل راؤ صاحب نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

دوران ماہ مسجد میں 18 نکاح کی تقریبات منعقد ہوئیں۔

قرآن اکیڈمی یسین آباد

رجوع الی القرآن کورس (سال اول سیکشن اے) میں 32 حضرات اور 65 خواتین، رجوع الی القرآن کورس (سال اول سیکشن بی) میں 21 حضرات اور رجوع الی القرآن کورس (سال دوم) میں 24 حضرات اور 14 خواتین شرکت کر رہے ہیں۔

رجوع الی القرآن کورس (سال اول سیکشن اے) کے تحت ''قرآن اور جہاد'' (استاذ محمد ارشد صاحب) اور ''غسل و تکفین، تدفین میت'' (استاذ عاطف محمود صاحب) کے موضوعات پر لیکچرز منعقد ہوئے۔

حلقات و دورات دینیہ کے تحت اس وقت ''عربی گرامر برائے قرآن فہمی (سنڈے)''، ''عربی گرامر برائے قرآن فہمی (فیملی کورس)''، ''مطالبات قرآن''، ''خلاصہ مضامین قرآن (بعد فجر)''، ''دورہ ترجمہ قرآن (ہر جمعہ بعد نماز عشاء)''، ''مطالعہ حدیث (اتوار)''، ''تربیت برائے خادمین''، ''مختصر درس حدیث (اہل محلہ/نمازی حضرات بعد نماز عصر از طلبہ پارٹ 2)''، ''نماز سے متصل ترجمہ قرآن (بعد نماز ظہر اہل محلہ/نمازی حضرات از طلبہ پارٹ 1 سیکشن A- B اور پارٹ 2)''، ''حلقہ سیرت النبی ﷺ''، ''قصص النبیین''، ''دراسات دینیہ سال اول و دوم''، ''تجوید القرآن (سہ پہر)''، ''سلسلہ وار دورہ ترجمہ قرآن (برائے خواتین)''، ''علم و عمل کورس (طالبات درجہ اول، دوم و سوم)''، ''قرآن حکیم کی صرفی و نحوی تحلیل''، ''احکام و مسائل و طہارت و نماز (خواتین)''، ''تذکیر بالقرآن کورس برائے خواتین''، ''عربی تکلم کورس لیول 2''، ''ونٹر اسلامک کیمپ''، ''علم و عمل برائے طلبہ'' اور ''عربی گرامر برائے قرآن فہمی (فیملی کورس)'' جاری ہے، جس میں اوسط تعداد 499 کے قریب ہوتی ہے۔

حلقات و دورات دینیہ کے تحت مختلف شارٹ کورس کے 37 طلبہ اور 142 طالبات کو اسناد تقسیم کی گئیں، جن میں ''عربی گرامر برائے قرآن فہمی (سنڈے)'' 5 طلبہ و طالبات، ''ونٹر کورس'' 52 طلبہ و طالبات، ''مطالبات کورس (زیر اہتمام تنظیم اسلامی یاسین آباد)'' 25 طلبہ شامل ہیں۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ کے تحت درجہ حفظ میں 95 طلبہ اور درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 18 طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ جب کہ مدرسۃ البنین والبنات میں (سہ پہر 2:30 تا 4:30) کے تحت درجہ قاعدہ میں 170 طلبہ و طالبات اور درجہ ناظرہ میں 103 طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں۔ علاوہ ازیں مغرب تا عشاء حلقہ میں مقیم طلبہ کرام اور اہل محلہ و گردو نواح سے حضرات تشریف لاتے ہیں۔ جن کی مجموعی تعداد 20 ہے۔

ماہ رواں شعبہ حفظ کا سالانہ امتحان کا انعقاد کیا گیا جن میں ممتحن حضرات جمعیت تعلیم القرآن ٹرسٹ کی جانب سے تشریف لائے۔ نیز حفاظ کرام نے اس سال وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحت امتحان میں شرکت کی۔

شعبہ دعوت و تبلیغ کے تحت رواں ماہ پہلا اور چوتھا جمعہ ''موت سے انجام تک (حصہ دوم)'' اور ''رمضان المبارک کی اہمیت و فضیلت'' (محترم عاطف محمود صاحب)، جب کہ دوسرا اور تیسرا جمعہ ''آیت الکرسی، فضیلت، مفہوم اور تقاضے'' اور ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' (محترم محمد ارشد صاحب) نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

مسجد میں 17 نکاح کی تقریبات منعقد ہوئیں۔

شعبہ تصنیف و تالیف کے تحت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے منتخب نصاب (تفصیلی ویڈیوز) حصہ چہارم درس نمبر (16) بعنوان ''جہاد فی سبیل اللہ: حقیقت، مراحل اور مدارج'' کے دو پارٹس حصہ اول اور حصہ دوم کی فورمیٹنگ، ترمیم و ترتیب اور تصحیح مکمل کی گئی۔ جب کہ درس: انقلاب نبوی ﷺ کی اساسی مناہج کے حصہ اول کی ترمیم، تخریج اور تصحیح کی گئی، جب کہ حصہ دوم کی فورمیٹنگ، ترمیم، تخریج اور تصحیح کا کام جاری ہے۔

سالانہ تقریب کے موقع پر ادارہ ہذا کے ایک طالب علم کی جانب سے پیش کی جانے والی تقریر بعنوان ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' تیار کی گئی۔

آئینہ انجمن ماہ جنوری تیار کیا گیا۔ آئینہ انجمن ماہ جنوری کے شمارے کی مکمل نظر ثانی و تصحیح کی گئی، علاوہ ازیں آئینہ انجمن کے لیے ''سیرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ'' کے عنوان سے تفصیلی مضمون قسط دوم تیار کیا گیا۔ اسی طرح آئینہ انجمن کے لیے ''ڈاکٹر علامہ اقبال کی حیات و خدمات (دوسری قسط)'' کی کمپوزنگ کی گئی۔ علاوہ ازیں ماہنامہ آئینۂ انجمن کے دو سال (2022 اور 2025) کے مضامین انڈیکس میں سے منتخب شدہ مضامین کو الگ الگ فائلز میں جمع کیا گیا۔

پیغام قرآن کے تحت سورۃ الجمعہ کی کمپوزنگ مکمل کی گئی، جب کہ سورۃ المنافقون کی کمپوزنگ جاری ہے۔

شعبہ سوشل میڈیا کے تحت درج ذیل امور سر انجام دیے گئے: ''اساتذہ کورس''، ''الحاد و توحید کورس''، ''غسل تکفین و تدفین میت''، ''ٹیزر برائے رمضان (22)''، ''قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد حیدر آباد طلبہ تاثرات''، ''قرآن اکیڈمی یاسین آباد طلبہ تاثرات''، ''قرآن اکیڈمی ڈیفنس طلبہ تاثرات''، ''اختتامی تقریب رجوع الی القرآن کورس سال اول و دوم''، ''خطاب جمعہ نگران انجمن 54''، ''جھلکیاں سیمینار تنظیم اسلامی''، ''جھلکیاں ونٹر کیمپ

یاسین آباد''، ''شعبان و رمضان پروگرامات''، ''قرآن اکیڈمی جوہر تعارف''، ''استقبال رمضان پروگرامات''، ''انجمن خدام القرآن ڈاکومنٹری''۔

قرآن اکیڈمی کورنگی

رجوع الی القرآن کورس میں 15 حضرات اور 36 خواتین تسلسل کے ساتھ شریک ہو رہے ہیں۔ رواں ماہ خصوصی محاضرات کے ذیل میں ''اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور کرنے کا اصل کام''، اور ''تزکیہ نفس'' (استاذ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب)، ''درس کی تیاری کیسے کریں'' (استاذ انجینئر نعمان اختر صاحب)، ''اجتماعیت اور بیعت کی اہمیت'' (استاذ محمد ہاشم صاحب) اور ''فتنہ قادیانیت'' (مولانا گلفراز صاحب، مبلغ شبان ختم نبوت) کے موضوعات پر لیکچرز منعقد ہوئے۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ قرآن اکیڈمی کورنگی للبنین والبنات میں شعبہ بنین کے درجہ حفظ میں کل 51 جب کہ درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 99 طلبہ اور شعبہ بنات میں 123 طالبات جب کہ بڑی عمر کی خواتین کی ناظرہ قرآن میں 26 خواتین زیرِ تعلیم ہیں۔

دوران ماہ مدرسہ ہٰذا کے شعبہ بنین و بنات میں سالانہ امتحان کا انعقاد کیا گیا۔جس میں 154 طلبہ اور 123 طالبات نے حصہ لیا۔ درجہ حفظ کے 12 طلبہ کرام نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے امتحان میں حصہ لیا۔

شعبہ بنین کے درجہ ناظرہ کے ایک طالب علم جب کہ شعبہ بنات کے درجہ ناظرہ کے 16 طالبات نے تکمیل قرآن کی سعادت حاصل کی۔

مدرسہ ہٰذا کے شعبہ حفظ میں مطالعہ قرآن حکیم کے دو اسباق کی تدریس ہوئی۔ اسی طرح بعد نماز ظہر تربیتی کلاسز کے ضمن میں آدابِ زندگی کی تدریس کا مطالعہ باقاعدگی سے جاری ہے۔جس کے فرائض خود طلبہ ہی انجام دیتے ہیں۔

شعبہ بنات میں درجہ قاعدہ کی طالبات کے لیے ''خانہ کعبہ کی تعمیر''، ''خانہ کعبہ کی اہمیت و فضیلت''، اور ''غصہ کرنے کے نقصان'' جب کہ درجہ ناظرہ کی طالبات کے لیے ''تقویٰ'' نیز ناظرہ قرآن برائے خواتین کی طالبات کے لیے ''حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سیرت مبارکہ'' کے موضوعات پر خصوصی لیکچرز منعقد ہوئے۔

23 جنوری 2026ء بروز جمعہ بعد نماز عشاء مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ کے امسال فارغ التحصیل 12 حفاظ کرام کی تقریبِ دستار فضیلت و تقسیم انعامات و اسناد، صدر انجمن خدام القرآن سندھ محترم انجینئر سید نعمان اختر صاحب کی زیرِ صدارت منعقد کی گئی۔جس میں تقریباً 150 حضرات اور 100 خواتین نے شرکت کی۔

قرآن اکیڈمی کورنگی شعبہ خواتین کے تحت جاری امور خانہ داری و تربیتی کورس کی بحسن و خوبی تکمیل ہوئی۔جس میں 15 طالبات شرکت کر رہی ہیں۔ نیز ان طالبات کے لیے ''سورۃ النور، آیت 35 تا 40'' کے موضوع پر ایک تربیتی لیکچر بھی منعقد کیا گیا۔

اسی طرح تنظیم اسلامی کورنگی شرقی کے تحت ''عربی گرامر برائے قرآن فہمی'' (حافظ ریان بن نعمان اختر صاحب) مکمل ہوا۔جس میں 10 حضرات شرکت کر رہے ہیں۔ کورس کی تکمیل کرنے والوں کے لیے تقسیم اسناد کی تقریب منعقد کی گئی جس کی صدارت جناب عامر خان صاحب نے فرمائی۔

تنظیم اسلامی (شعبہ خواتین) کے تحت ''اسلام میں جہاد کا فلسفہ اور ہماری تیاری'' کے موضوع پر ماہانہ درس ہوا۔جس میں 50 خواتین نے شرکت کی۔

دعوت و تبلیغ کے ضمن میں قرآن اکیڈمی کورنگی سے متصل جامع مسجد طیبہ میں دورانِ ماہ تنظیم اسلامی کے تحت سلسلہ وار دورہ ترجمہ قرآن میں سورۃ التوبہ کا بیان جاری ہے۔ مدرس کی ذمہ داری صدرِ انجمن خدام القرآن سندھ، جناب انجینئر نعمان اختر صاحب نے ادا فرماتے ہیں، جس میں اوسطاً 50 حضرات نے شرکت کی۔

دی ہوپ اسلامک اسکول

مؤرخہ 3 جنوری 2026ء کو ''دی علم فاؤنڈیشن'' کے تحت ''Value Driven Teaching'' کے عنوان سے ایک ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا۔ گرلز سیکشن میں پرنسپل اور اساتذہ میٹنگ منعقد کی گئی۔ جس میں ترجمہ قرآن، مطالعہ حدیث، مطالعہ کتب اور تعلیمی مذاکرہ ''اساتذہ اور والدین بچوں میں تعلیمی شوق کیسے پیدا کریں؟'' شامل تھا۔

بوائز سیکشن میں پرنسپل اور اساتذہ میٹنگ منعقد کی گئی۔ جس میں درسِ قرآن، مطالعہ حدیث اور مطالعہ کتب کا انعاد کیا گیا۔ نیز ''بچوں کی تربیت کیوں کریں؟'' کے عنوان پر تعلیمی مذاکرہ بھی کیا گیا۔

قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

رجوع الی القرآن کورس میں 38 حضرات اور 47 خواتین سمیت کل 85 شرکا نے شرکت کی۔
دوران ماہ خصوصی محاضرات کے ذیل میں ''گھر میں دعوت کا کام کیسے'' (جناب ڈاکٹر انور علی ابرار صاحب)، ''طریقہ غسل میت، تجہیز و تکفین'' (جناب عاطف محمود صاحب)، ''فتنہ قادیانیت'' (جناب مولانا عبدالحئی صاحب) اور ''تزکیہ نفس'' (جناب سید الامین صاحب) لیکچرز منعقد ہوئے۔
نیز امیر محترم جناب شجاع الدین شیخ صاحب کی طلبہ کے ساتھ سوال و جواب کی خصوصی نشست بھی منعقد ہوئی۔
بعد از نماز فجر درس قرآن و حدیث (جناب ندیم گیلانی اور قاری غلام اکبر صاحبان)، بعد از نماز عصر درس حدیث (قاری غلام اکبر صاحب)، بعد از نماز ظہر اصلاحی خطبات اور خلاصہ مضامین قرآن (جناب جمیل صاحب اور غضنفر عمر صاحب) اور بعد از نماز فجر تجوید (قاری محمد ارسلان صاحب) جاری ہیں۔
رواں ماہ ہفتہ وار ''قرآن فہمی کورس level-2'' (برائے حضرات و خواتین) میں تقریباً 15 حضرات اور 9 خواتین، نیز واٹس ایپ پر 'عربی گرامر' کا پانچواں بیج مکمل ہوا، جب کہ چھٹے بیج میں تقریباً 520 افراد شریک ہوئے۔ علاوہ ازیں ہفتے میں دو دن بعد از مغرب 'عربی گرامر کورس' اور بعد از عشاء 'تجوید کورس' بھی منعقد کیے گئے۔ اسی طرح ہفتہ وار 'تجزیہ قرآن کورس' اور 'سیرت النبی ﷺ کورس' بھی جاری رہے، اور ہر جمعہ بعد از عشاء 'درس قرآن' کا خصوصی اہتمام بھی کیا گیا۔
رواں ماہ آئینہ انجمن کے لیے مضامین تیار کر کے شعبہ تصنیف و تالیف کو ارسال کیے گئے۔ عربی گرامر کو سمجھنے کے لیے application2 بھی تیار کی گئی، جب کہ معلم القرآن کی کتب کی تدریس جاری ہے۔
مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ میں تقریباً 36 طلبہ زیر تعلیم ہیں۔
رواں ماہ خطبہ جمعہ کی سعادت مدیر ادارہ جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب نے حاصل کی۔

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد میں رجوع الی القرآن کورس 26-2025 مکمل ہو گیا۔ اس کی اختتامی تقریب 31 جنوری بروز ہفتہ منعقد ہوئی، جس میں طلبہ نے بھرپور حصہ لیا۔ تقریب کا آغاز محمد طہٰ کی تلاوت سے ہوا، اس کے بعد عبدالمقیت نے تذکیر بالقرآن اور محمد عمر خان نے تذکیر بالحدیث کی۔ نعت رسول مقبول ﷺ محمد عمر ظہیر، کلام اقبال محمد اسلم بیگ نے پیش کیا، اور اسٹیج سیکریٹری کے فرائض عبدالصمد نے انجام دیے۔ تمام طلبہ نے پانچ پانچ منٹ کی مختصر گفتگو کے ذریعے کورس کے متعلق اپنے تاثرات پیش کیے۔ اسی طرح خواتین کے لیے بھی پروگرام منعقد ہوا۔ اختتام پر اساتذہ نے طلبہ کی حوصلہ افزائی اور نصیحتیں کیں، جبکہ استاذ مفتی مسعود الرحمن نے دعا کرائی۔ دعا کے بعد شرکا کے لیے طعام کا انتظام بھی کیا گیا۔
بروز اتوار دوپہر کے اوقات میں تفسیر القرآن کورس میں سورۃ الکہف کی تفسیر جاری ہے۔
مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ میں اور بعد نمازِ مغرب بالغان کے لیے بھی قاعدہ و ناظرہ قرآن کی تعلیم اور بروز جمعہ بعد نماز مغرب تذکیر بالقرآن کے تحت درس قرآن کا سلسلہ جاری ہے۔
شعبہ سندھی تصنیف و تالیف کے تحت بانی تنظیم اسلامی و مؤسس انجمن خدام القرآن ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کے کتابچوں کا سندھی ترجمہ جاری ہے۔ 'مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'، 'دینی فرائض کا جامع تصور'، 'راہ نجات سورۃ العصر کی روشنی میں'، 'رب ہمارا'، 'رسول انقلاب کا طریق انقلاب'، 'بیت المقدس کی مختصر تاریخ' اور 'عربی گرامر نوٹس' یہ تمام کتابیں ترجمہ کے مراحل سے گزر کر تیار ہو چکی ہیں، ابتدائی تین کتابچے الحمد للہ چھپ بھی چکے ہیں، بقایا pdf کی صورت میں موجود ہیں۔

قرآن انسٹیٹیوٹ بحریہ ٹاؤن

قرآن انسٹیٹیوٹ بحریہ ٹاؤن کراچی میں رجوع الی القرآن کورس سال اول کے تحت ''اجتماعیت اور بیعت کی اہمیت'' اور ''تزکیہ نفس'' (استاذ سید سلیم الدین صاحب، مدیر قرآن اکیڈمی یاسین آباد) کے عنوانات پر خصوصی محاضرات منعقد ہوئے۔

رجوع الی القرآن کورس سال اول بحسن و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ ایک پروگرام ''تکمیلی نشست برائے رجوع الی القرآن'' منعقد ہوا۔ جس میں تمام اساتذہ کرام نے شرکت فرمائی، کورس کے شرکا نے اپنے تاثرات بیان کیے۔

اس ماہ رمضان المبارک کے سلسلے میں ایک خصوصی لیکچر Ramadan of Rasool and Sahaba منعقد ہوا، جس میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی عبادات اور معمولات کا تذکرہ کیا گیا اور شرکا کو اپنے معمولات زندگی رمضان المبارک میں ان کے مطابق گزارنے کی ترغیب دی گئی۔

اسی طرح ایک اور خصوصی لیکچر Role of woman in Ramadan منعقد ہوا، جس میں خواتین و حضرات کو یہ ترغیب دلائی گئی کہ رمضان کو صرف کھانے پینے کا مہینہ نہ بنائیں، اور مرد حضرات ایثار کرتے ہوئے گھر کی خواتین کو کچن میں کم سے کم مصروف رکھیں تاکہ خواتین بھی رمضان میں عبادت کر سکیں۔

اس ماہ حفظ و ناظرہ بوائز و گرلز سیکشن کے سالانہ امتحانات منعقد ہوئے۔

قرآن مرکز لانڈھی

مدرسۃ القرآن للحفظ و القراءۃ للبنین و البنات میں شعبہ بنین کے درجہ حفظ میں 54 جب کہ درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 43 طلبہ اور شعبہ بنات میں 45 طالبات زیر تعلیم ہیں۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ میں سالانہ امتحان کا انعقاد ہوا، جب کہ اس سال 10 طلبہ کرام وفاق المدارس کے امتحان میں شریک ہوئے۔

شعبہ دعوت و تبلیغ کے تحت ہفتہ وار درس (ہر جمعہ) میں سورۃ طٰہٰ کا مطالعہ جاری ہے۔ امیر لانڈھی تنظیم و ناظم مرکز محترم محمد ہاشم صاحب درس کی ذمہ داری ادا فرماتے ہیں۔ نیز ماہانہ درس قرآن و حدیث میں ''قرآن حکیم سے قلبی تعلق کیسے'' کے موضوع پر محمد سہیل صاحب کا خصوصی بیان منعقد ہوا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

ہم تو سب سے زیادہ ذلیل قوم تھے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کے ذریعہ عزت عطا فرمائی، اب جس اسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت عطا فرمائی ہے ہم جب بھی اس کے علاوہ کسی اور چیز سے عزت حاصل کرنا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل کر دیں گے۔

(حیاۃ الصحابہ 736/3)

دعوتِ نامہ

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ

تقریبِ دستار بندی و تقسیمِ اسناد

شعبہ بنین

14 فروری 2026

بعد نمازِ مغرب تا رات 11:10 بجے

21 حفاظِ کرام کی دستار بندی کی جائے گی

قرآن اکیڈمی ڈیفنس

مسجد جامع القرآن، اسٹریٹ 34،

خیابانِ راحت، ڈیفنس فیز 6، کراچی

0334-3088689 | 021-35340022

طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لیے ضرور شرکت فرمائیں

*بعد از پروگرام عشائیہ کا اہتمام ہے

قوموں کی بدحالی
اور
بربادی کی وجہ!

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

اور رسول نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔

سورۃ الفرقان:30

وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ: قرآن تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف حجت ہے

صحیح مسلم

إِنَّ اللهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ

صحیح مسلم

اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ذریعے قوموں کو سر بلندی عطا فرماتا ہے اور دوسروں کو اس کے ذریعے پستی میں ڈال دیتا ہے۔

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد
شارع قرآن اکیڈمی بلاک 9، فیڈرل بی ایریا، کراچی
0331-7292223
@QuranAcademyYaseenabad QuranAcademyYaseenabad @QAYaseenabad @QAYaseenabad www.QuranAcademy.edu.pk

بارش کا پہلا قطرہ

گھنگھور گھٹا تلی کھڑی تھی
پر بوند ابھی نہیں پڑی تھی

ہر قطرہ کے دل میں تھا یہ خطرہ
ناچیز ہوں میں غریب قطرہ

تر مجھ سے کسی کا لب نہ ہوگا
میں اور کی گوں نہ آپ جوگا

کیا کھیت کی میں بجھاؤں گا پیاس
اپنا ہی کروں گا ستیاناس

خالی ہاتھوں سے کیا سخاوت
پھیکی باتوں میں کیا حلاوت

کس برتے پہ میں کروں دلیری
میں کون ہوں کیا بساط میری

ہر قطرہ کے دل میں تھا یہی غم
سرگوشیاں ہو رہی تھیں باہم

کھچڑی سی گھٹا میں پک رہی تھی
کچھ کچھ بجلی چمک رہی تھی

اک قطرہ کہ تھا بڑا دلاور
ہمت کے محیط کا شناور

فیاض و جواد و نیک نیت
بھڑکی اس کی رگ حمیت

بولا للکار کر کہ آؤ!
میرے پیچھے قدم بڑھاؤ

کر گزرو جو ہو سکے کچھ احسان
ڈالو مردہ زمین میں جان

یارو! یہ ہچر مچر کہاں تک
اپنی سی کرو بنے جہاں تک

مل کر جو کرو گے جاں فشانی
میدان پہ پھیر دوگے پانی

کہتا ہوں یہ سب سے برملا میں
آتے ہو تو آؤ لو چلا میں

یہ کہہ کے وہ ہوگیا روانہ
دشوار ہے جی پہ کھیل جانا

ہر چند کہ تھا وہ بے بضاعت
کی اس نے مگر بڑی شجاعت

دیکھی جرأت جو اس سکھی کی
دو چار نے اور پیروی کی

پھر ایک کے بعد ایک لپکا
قطرہ قطرہ زمیں پہ ٹپکا

آخر قطروں کا بندھ گیا تار
بارش لگی ہونے موسلا دھار

پانی پانی ہوا بیاباں
سیراب ہوئے چمن خیاباں

تھی قحط سے پائمال خلقت
اس مینہ سے ہوئی نہال خلقت

جرأت قطرہ کی کر گئی کام
باقی ہے جہاں میں آج تک نام

اے صاحبو! قوم کی خبر لو
قطروں کا سا اتفاق کرلو

قطروں ہی سے ہوگی نہر جاری
چل نکلیں گی کشتیاں تمھاری

اسماعیل میرٹھی

ماہ نزول قرآن میں قرآن کا پیغام سمجھیں

دورۂ ترجمۂ قرآن

(برائے خواتین)

براہِ راست خواتین کے ذریعے قرآن حکیم سمجھنے کا نادر موقع

آغاز: بروز بدھ 22 شعبان المعظم 1447 ہجری
(مطابق 11 فروری 2026ء)

پیر تا اتوار صبح 10:30 تا دوپہر 1 بجے

بمقام:

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ڈیفنس

ڈی ایم 55، خیابانِ راحت، درخشاں، فیز 6، ڈی ایچ اے، کراچی

رابطہ: 02135340022، 0334-3088689

شعبۂ ملٹی میڈیا

خطباتِ جمعہ (محترم شجاع الدین شیخ صاحب) :

ماہِ جنوری 2026ء میں محترم شجاع الدین شیخ صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطبہ جمعہ کی ویڈیو ریکارڈنگ کی گئی جسے انجمن اور تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ اور سوشل میڈیا پر شائع کیا گیا :

یاددہانی کی چند باتیں----- گھر، رول ماڈل اور جہاد

خطباتِ جمعہ (محترم انجینئر نعمان صاحب):

ماہِ جنوری 2026ء میں محترم انجینئر نعمان صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگ کی گئیں جنھیں انجمن کے ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا :

ہمارا گھر ہماری ذمہ داری عبادات و معیشت میں سربراہ خاندان کی ذمہ داری پارٹ 2	سپر پاور کون ؟ وینزویلا کے صدر کا اغوا- امریکی صدر کی مسلم ممالک کو کھلی دھمکی
ہمارا گھر ہماری ذمہ داری معیشت و سیاست میں سربراہ خاندان کی ذمہ داری	ہمارا گھر ہماری ذمہ داری معاشرت میں سربراہ خاندان کی ذمہ داری

خطباتِ جمعہ (محترم ڈاکٹر انوار علی صاحب) :

ماہِ جنوری 2026ء میں محترم ڈاکٹر انوار علی صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگ کی گئیں جنھیں انجمن کے ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا :

مطالعہ منتخب نصاب درس دوم آیۃ البر (حصہ 5)	مطالعہ منتخب نصاب درس دوم آیۃ البر (حصہ 6)
مطالعہ منتخب نصاب درس دوم آیۃ البر (حصہ 7)	

خطباتِ جمعہ (محترم عامر خان صاحب) :

ماہِ جنوری 2026ء میں محترم عامر خان صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگ کی گئیں جنھیں انجمن کے ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا :

مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق	رجب کے مہینے کی فضیلت
رمضان المبارک کی تیاری	

ماہ رواں میں درج ذیل امور سرانجام دیے گئے : امیر محترم شجاع الدین شیخ صاحب کا QTV کے لیے خلاصہ مضامین قرآن پروگرام کے 11 پارے ریکارڈ کیے گئے، ہر پارہ دو حصوں پر مشتمل ہے اور ہر حصہ کا دورانیہ 25 منٹ ہے، جب کہ خلاصہ مضامین قرآن پروگرام کا ایک

ایڈٹ ہوا اور نظر ثانی کے مرحلے پر ہے۔ اسی طرح خلاصہ مضامین قرآن پروگرام کے لیے Virtual set کا کام مکمل ہوا۔ علاوہ ازیں گلبرگ ٹاؤن کے احاطہ میں ''امت مسلمہ کی حالت زار اور نظریہ پاکستان کی عملی تعبیر'' کے عنوان سے ایک سیمنار منعقد ہوا، جس میں مختلف جماعتوں کے مقررین نے شرکت کی، ایڈٹ کے مرحلے سے گزار کر فراہم کیا گیا۔ نیز استاذ محمد نعمان صاحب کی ''آج کی حدیث'' کے عنوان سے رمضان کی لیے 15 حدیث ریکارڈ کی گئیں اور سوشل میڈیا ڈپارٹمنٹ کو فراہم کی گئیں۔ مسجد جامع القرآن گلشن معمار میں امیرِ محترم کا ذمہ داران ریفریشر کورس کے لیے خطاب منعقد ہوا، جس کی ریکارڈنگ کی گئ اور ایڈٹ کے مرحلے سے گزار کر مرکز کو فراہم کیا گیا۔

معاونت:

لاہور ملٹی میڈیا ٹیم کے ساتھ بھر پور معاونت رہی، جس میں، ملٹی میڈیا ڈسپلے، SMD پروجیکشن، ساونڈ سسٹم، live streaming اور دیگر امور پر تفصیلی گفتگو اور رہنمائی کی گئ۔ اور متعلقہ venders سے رابطہ کروایا گیا۔

انجمن خدّام القرآن اغراض و مقاصد

انجمن خدّام القرآن
سندھ، کراچی، رجسٹرڈ

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے قیام کا مقصد منبع ایمان اور سرچشمۂ یقین قرآن حکیم کے علم و حکمت کی وسیع پیمانے اور اعلیٰ علمی سطح پر تشہیر و اشاعت ہے۔ تاکہ اُمت مسلمہ کے فہیم عناصر میں تجدید ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہوجائے اور اس طرح اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور غلبۂ دینِ حق کے دورِ ثانی کی راہ ہموار ہو سکے۔

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے اغراض و مقاصد:

- عربی زبان کی تعلیم و ترویج۔
- قرآن مجید کے مطالعے کی عام ترغیب و تشویق۔
- علومِ قرآنی کی عمومی نشر و اشاعت۔
- ایسے نوجوانوں کی مناسب تعلیم و تربیت جو تعلّم و تعلیم قرآن کو اپنا مقصدِ زندگی بنالیں، اور
- ایک ایسی قرآن اکیڈمی کا قیام جو قرآنِ حکیم کے فلسفہ و حکمت کو وقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر پیش کر سکے۔

☆☆☆

بانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

مرکزی دفتر انجمن خدّام القرآن 375 – B، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6، گلشن اقبال، کراچی۔ فون نمبر 7 – 34993436 – 021